نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ

سوانح

شیخ صدوق علیہ الرحمہ

آل محمد رزمی

ناشر

مکتبۂ زید شہید

گلشن اقبال۔ کراچی

نایاب کتب

بہت سے علماء، فقراء، شعراء و دیگر حضرات نے اپنی پوری زندگی صرف کر کے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے پیغام اور اسلام کی سربلندی کے لئے گراں قدر کتابیں لکھیں جو وقت کے دھارے میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں اور اب اُن کا نام جاننے والے بھی کم رہ گئے ہیں۔ اگر ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا گیا، تو یہ بہت بڑا قومی و مذہبی نقصان ہوگا۔ ایسی چند کتب کے نام تحریر کئے جا رہے ہیں۔ اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کا نام کسی ایسی تحریر سے وابستہ ہو جائے جو مذہب حقہ کے بارے میں ہو اور جس کو سیکڑوں لوگ پڑھیں اور اس سے استفادہ اٹھائیں۔ یہ کتابیں آپ خود شائع کر سکتے ہیں اور اگر اس سلسلہ میں کسی مدد یا خدمت کی ضرورت ہو تو ادارے سے رابطہ قائم کریں۔

۱۔ تجلیات (سوانح حیات مفتی محمد عباسؒ) (۸۳۰ صفحات) (عزیز لکھنوی)

۲۔ مجاہد اعظم۔ (۵۰۰ صفحات) (شاکر حسین امروہوی)

۳۔ تقیہ (۱۰۰ صفحات) (مولانا سید حامد حسین)

۴۔ انتصار (۲۰۰ صفحات) (مولانا سید راحت علی)

۵۔ ردّ التحفہ (۱۵۰ صفحات) (مولانا سید محمد حیدر)

۶۔ الوَلی (۲۵۰ صفحات) (مولانا سید فرمان علی)

۷۔ فلسفۂ اسلام (۳۰۰ صفحات) (علامہ ہندی)

۸۔ نہج البلاغۂ امام صادقؑ (۲۱۱ صفحات) تالیف: شیخ عبدالرسول ترجمہ: مولانا سید مرتضیٰ حسین

۹۔

۱۰۔ مفتاح القرآن (دیباچہ ترجمۂ قرآن مقبول احمد صاحب) (۱۹۰ صفحات)
(مقدمہ) مولوی سید کلب حسین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ

سوانح

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ

آلِ محمد رزمی

ناشر

مکتبہ زید شہیدؒ گلشنِ اقبال کراچی

اس کتاب کے حقوق پبلیشر یا مصنف کے نام محفوظ ہیں، کوئی بھی شخص یا ادارہ پبلیشر یا مصنف کی اجازت کے بغیر طبع کرنے کا مجاز ہے۔

بار اوّل ———— ۱۹۹۳ء
تعداد ———— ایک ہزار

مطبع: فضلی سنز اردو بازار، کراچی

التماس سورۂ فاتحہ

سید دلاور علی رضوی مرحوم — سیدہ رقیہ بیگم مرحومہ
سید سردار علی رضوی مرحوم — سیدہ عالیہ بیگم مرحومہ
شہنشاہ بیگم مرحومہ ۔ عالی قدر مرحوم

سوگواران : سید علی رضوی
نکہت فاطمہ
سید عالی جاہ
اسد علی رضوی

"نقشِ دوام"

علمائے حق کی زیارت و محبت جس طرح انسان کی عملی اور اخلاقی اصلاح کیلئے نسخۂ اکسیر ہے اسی طرح دوسرے درجے میں اِن کے حالات و ملفوظات کا مطالعہ کرنا اور اُن کے ارشادات کا سُننا بھی بے حد مفید و مجرب ہے۔ لیکن اِن حضرات کے حالات و مناقب کے بارے میں جس توجہ کی ضرورت تھی وہ کمیاب رہی سو نسلِ نو اِن برگزیدہ ہستیوں کے کوائف اور تعلیمات سے بہرہ ور نہ ہو سکی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اُردو زبان میں اِس موضوع پر لٹریچر مفقود ہے۔

ربِّ العزت بھلا کرے جناب مدبر رضوی، جناب نیّر ندیم اور جناب فراست رضوی کا کہ اِن اصحاب نے محدود ذرائع کے باوجود سلسلۂ علمائے حق کو حتیٰ المقدور جاری رکھا اور اب تک اِس حوالے سے متعدد کتابچے و رسائل تحریر کئے جا چکے ہیں۔ یہ کتابچے بعدِ طباعت ہر خاص و عام میں بہ حدِ ممکن مُفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔

اِس پس منظر میں صاحبانِ ثروت، علمائے کرام، خطیبان عظام

اور دیگر مومنین کو بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ہم سب نے اِن تاجدارانِ سلوک و تقویٰ اور حامیانِ دینِ محمدؐ و علوم آلِ محمدؐ کے حقوق پہچانا اور ادا کر دیا! اور تو اور افسوس کا مقام ہے کہ حضرت شیخ صدوقؒ جیسے گراں قدر صاحب علم و تقویٰ پر کہ جس نے فقہ و حدیث پر تین سو سے زائد کتابیں تحریر کیں آج اردو زبان میں کوئی باقاعدہ کتاب موجود نہیں ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

حضرت شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ علی ابنِ موسیٰ ابن بابویہ رح کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ ۳۱۱ھ ہجری میں ایران کے شہر قم میں پیدا ہوئے اور ستر برس کی عمر میں ۳۸۱ھ ہجری میں ری میں انتقال فرمایا۔ شہزادہ عبدالعظیم حسنی رض کے مزار کے قریب آپ کا مزار ہے آپ نے اُنیس سال غیبتِ صغریٰ کا زمانہ پایا، کیونکہ سمریؒ، آخری نائب خاصِ امام عصر عجل اللہ فرجہ کی وفات کا سن ۳۲۹ھ ہجری ہے۔

اُس زمانے میں، بغداد، نیشاپور، ری، بُخارا، سرخس، مرو، بلخ، سمرقند، ایلاق اور فرغانہ علوم اسلام کے خاص مرکز تھے، وہاں اُس عہد کے چند علماء رہا کرتے تھے، شیخ صدوقؒ نے اِن مقامات کا طولانی سفر کیا اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم میں استفادہ کیا۔ اِس کے علاوہ شیخ صدوقؒ نے ایک مرتبہ حج کیا اور تین بار امام رضاؑ کے روضۂ مبارک کی زیارت کی۔

آپ نے تین سو سے زیادہ کتب تحریر فرمائیں جو کہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، آپ کی ایک مشہور کتاب "خصال" ہے

جو کہ تہذیب نفوس اور پرورش اخلاقِ جامعہ پر ایک مثالی دستاویز ہے۔
اگرچہ اِس کتاب سے قبل اعداد پر کتب تالیف ہو چکی تھیں مگر جس طرز اور وسعت کے ساتھ "خصال" تحریر ہوئی ہے، شاید ہی کوئی کتاب "خصال" تحریر ہوئی ہے، شاید ہی کوئی کتاب "خصال" کا مقابلہ کر سکے۔ شیخ صدوق رح سے پہلے اور بعد کے لوگوں نے خصالِ محمودہ اور مذمومہ کے بارے میں اعداد کی طرز پر کتب لکھیں لیکن جس قدر وسیع تعداد میں صدوق رح نے احادیث جمع کی ہیں۔ اسقدر کسی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔
"خصال" کے علاوہ آپ نے جن شعبہ ہائے علوم پر کتب تصنیف و تالیف کیں اُن میں فقہ، حدیث، کلام، عقائد، تاریخ، رجال، اخلاق، آداب شرعیہ، دعا اور زیارات شامل ہیں۔ آپ کی جلالت و قدر کے لئے اس قدر کافی ہے کہ آپ امام زمانہ ع کی دعا سے پیدا ہوئے۔ احادیث کا اکثر ذخیرہ حضرت صدوق رح کی وجہ سے ہم میں موجود ہے، اگر آپ کی کتاب مدینۃ العلم مفقود نہ ہوتی اور موجود ہوتی تو اصولِ اربعہ کے بعد پانچویں کتاب ہوتی۔ اصولِ اربعہ میں اصولِ کافی کے بعد آپ کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کا درجہ ہے۔
بڑے بڑے شیوخ آپ سے اخذِ حدیث کرتے تھے۔ آپ مفیدؒ ابن محمد بن نعمان کے اُستاد بھی تھے۔ یوں تو آپ کی کل کتابیں جو آپ نے تصنیف و تالیف فرمائیں تین سو سے زائد ہیں لیکن عام طور پر جو اہم ترین اور ممتاز ترین ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔ من لا یحضرہ الفقیہ، کتاب معانی الاخبار، کتاب عیون، اخبار الرضا علیہ السلام، کتاب الحقوق الاخوان لا ولا بیہ، کتاب الخصال، کتاب الروضہ فی الفضائل، تیست الیہ، کتاب اکمال الدین و اتمام النعمہ، کتاب الامالی و یسمی المجالس، کتاب علل الشرائع والاحکام و الاسباب، کتاب ثواب الاعمال، کتاب عقاب الاعمال، کتاب

التوحید، کتاب صفات الشیعہ، کتاب فضل الشیعہ، کتاب فضائل رجب
کتاب الاعتقادات، کتاب فضائلِ شعبان، کتاب فضائل رمضان۔

ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے آپکی قبر میں شگاف پڑ گیا درست کرنے کی خاطر جب قبر کو کھدوا گیا تو اندر حضرت صدوق رہ کی تروتازہ، لاش موجودہ تھی۔ طہران کے ہزاروں باشندہ اور علماء نے اس بات کا مشاہدہ کیا۔ شیخ صدوق رہ کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں، آپ بالکل اسی طرح ثقہ ہیں جیسے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ۔

حضرت شیخ صدوق رہ پر زیر نظر کتاب مکتبہ زید شہیدؒ کے زیر اہتمام شائع کی گئی ہے۔ مکتبہ زید شہیدؒ کی جانب سے علمائے حق کی زندگی اور کارناموں پر مبنی کتب کا یہ سلسلہ اشاعت وطباعت در حقیقت تحریک بیداری ایمان کی ایک چھوٹی سی کڑی ہے۔ آج جب ہم عالم اسلام کے شاندار ماضی کو فراموش کر بیٹھے ہیں ایسے میں ہو سکتا ہے کہ علمائے حق پر مرتب یہ مختصر کتابیں ہی روشنی کی وہ کرنیں ثابت ہوں کہ جس سے مستقبل کا مہر درخشاں اپنی صورت گری کر سکے۔

دین فروشی اور علم فروشی کے اس عہد پُر فتن میں شیخ صدوق رہ جیسے صاحب فکر اور عالم ژرف نگاہ کی زندگی اور کارنامے شاید ہمارے اندر سویا ہوا ایمان بیدار کر سکیں اور شاید ہم اپنے اسلاف کے روشن کردار کو دیکھ کر اپنی سیاہیٔ عمل پر خجل ہوں اور کوئی ایسا کام کر جائیں کہ جو اس خاکدانِ گزراں میں ہمارے جینے کی دلیل بن جائے۔

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

خاکپائے اہل بیت
سید علی رضوی
۲۸ر اپریل ۱۹۹۳ء

حجۃ الاسلام علامہ سید رضی جعفر نقوی

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمۃ

ملت جعفریہ کی وہ مایہ ناز علمی شخصیت جس کے علمی جواہر پاروں سے صاحبان علم و دانش صدیوں سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کا نام: محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمیؒ۔

کنیت :۔ ابو جعفر۔

لقب :۔ "صدوق" ہے۔ اور یہ لقب اتنا مشہور ہوا اور نام اور کنیت پر اس طرح غالب آچکا ہے کہ آپ شیخ صدوق ہی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ صاحبان علم کے علاوہ عام مومنین میں سے بہت کم حضرات آپ کے نام یا کنیت سے واقف ہیں۔ جو اس بات کی بھی علامت ہے کہ آپ کی سچائی اور صداقت اتنی ہمہ گیر شہرت حاصل کر چکی تھی کہ جو لوگ آپ کا اصل نام نہیں جانتے تھے وہ آپ کی صداقتِ گفتار اور پاکیزگی قول و عمل کے معترف تھے۔

علم رجال کے صاحب بصیرت و کمال محقق جناب علامہ مامقانی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تنقیح المقال" (المعروف رجال مامقانی) میں تحریر فرمایا ہے کہ :۔

آپ شیعوں کے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ایک بزرگ، دین و شریعت کے اہم ستون جملہ محدثین کے سید و سردار، اور ائمہ کرام

علیہم السلام کے ارشادات کو نقل کرنے میں راستی اور صداقت کا پیکر تھے ۔ حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں آپ دنیا میں تشریف لائے اور اس بنا پر آپ کو انتہائی عظمت و شرف کا مقام حاصل ہوا ۔ جیسا کہ جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "الغیبۃ" میں جناب ابوالعباس ابن نوح کی روایت سے اور انہوں نے ابو عبداللہ الحسین بن محمد الصیرنی المعروف بابن الدلال ۔ نیز بزرگان قم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ :۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد ماجد جناب علی بن الحسین بن موسیٰ اولاد سے محروم تھے تو انہوں نے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے نائب خاص جناب ابوالقاسم حسین بن روح کو خط لکھا کہ :۔ آپ میری جانب سے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست پیش کریں کہ وہ دعا فرمائیں خداوند عالم مجھے کچھ ایسے فرزند عطا فرمائے جو فقہ میں مہارت پیدا کریں ۔

تو امام عالی مقام کی طرف سے آپ کو یہ جواب موصول ہوا کہ :۔

(اے علی بن الحسین) "موجودہ بیوی سے تمہارے مقدر میں کوئی اولاد نہیں ہے ۔ البتہ عنقریب دیلمی لڑکی تمہاری شریک حیات بنے گی اور اس سے تمہارے یہاں اولاد ہوگی جس میں سے دو بیٹے علم فقہ کے ماہر ہوں گے ۔"

جناب ابوعبداللہ بن سورہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد موصوف کے تین بیٹے پیدا ہوئے ۔ (۱) ابوجعفر محمد (۲) ابوعبداللہ حسین (۳) اور حسن ۔ ان میں سے اول الذکر دونوں بیٹے : محمد اور

حسین نے فقہ میں کمال حاصل کیا دونوں نہایت ہی اعلیٰ درجے کے حافظے کے مالک تھے ایسی ایسی باتیں ان دونوں حضرات کو یاد رہتی تھیں جو تمام باشندگان قم میں سے اِن کے علاوہ کسی کو بھی یاد نہیں رہتی تھیں یہاں تک کہ جب آپ دونوں حضرات کوئی ایسی بات لوگوں کے سامنے بیان کرتے جو اُن کے حافظے سے نکل چکی ہو اور آپ دونوں کو یاد رہ گئی ہو تو لوگ آپ دونوں کی قوت حافظہ پر حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور بے ساختہ کہا کرتے تھے کہ:

یہ حضرت امام زمانہ ؑ کی مبارک دعا کا فیض ہے۔

یہ دونوں بھائی، اپنی فقہی بصیرت، حافظے کی قوت اور لہجے کی صداقت میں انتہائی اعلیٰ شہرت کے مالک تھے۔ یہاں تک کہ ان دونوں کا لقب ''صدوقین'' (دو بہت بڑے سچے) قرار پایا۔ اور فقہ آل محمدؐ کی کتابوں میں جہاں لفظ صدوق تنہا آیا ہے وہاں جناب شیخ ابوجعفر صدوق علیہ الرحمہ مُراد ہیں اور جہاں لفظِ ''صَدُوقَین'' آیا ہے وہاں یہ دونوں بھائی (یعنی ابوجعفر محمد صدوق اور ابوعبداللہ حسین صدوق) مراد ہیں، جو فلکِ فقہ و حدیث پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ اور کیوں نہ ہو، جن مقدس ہستیوں کو امام زمانہ علیہ السلام کی مبارک دعا نصیب ہو جائے اُن کی خوش نصیبی کے کیا کہنے ــــ اور امام ؑ کی وہ دعا تو ان دونوں حضرات کے تقدس و پارسائی کے ثبوت کے طور پر بھی پیش کی جاتی ہے۔

تاریخی قرائن نشان دہی کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت ۳۰۵ ہجری

یا اُس کے قریب کے سنہ میں ہوئی ہے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور پھر قُم کے علماء و محققین سے کسب فیض کر کے آپ بہت جلد فقہ و حدیث کے اعلیٰ علمی مرتبے پر فائز ہونے۔ چونکہ یہ دَور وہ تھا جب حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے خصوصی نائبین اُن کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور امام کے جوابات لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے، اُن جوابات پر امامؑ کی مہر بھی لگی ہوتی تھی اس لئے ان خطوط کو "توقیع مبارک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے. اُن ہی توقیعات میں سے ایک توقیع مبارک جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بارے میں بھی موصول ہوئی جس میں امامؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

"یہ صاحب خیر و بارکت فقیہ ہیں، خداوند عالم ان کے ذریعے سے لوگوں کو فیض پہنچائے گا"۔ چنانچہ ہمارے ایک اور انتہائی جلیل القدر عالم دین جناب شیخ منتخب الدین نے اپنی کتاب رجال میں تحریر فرمایا ہے کہ:

اِس فرمانِ مقدس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے شیخ صدوق کی عدالت و صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے، کیونکہ اگر ان سے کسی وقت غلط بیان کا اندیشہ ہوتا تو امام معصومؑ، اُنہیں صاحب خیر و برکت نہ فرماتے۔

اور یہ امامؑ کی دعا کی ہی برکت تھی کہ آپ کی ذات تمام لوگوں کے لئے مبارک ثابت ہوئی، ہر خاص و عام نے آپ سے فیض حاصل کیا، رہتی دنیا تک آپ کی تصنیفات کو دوام ملا، فقہ و حدیث میں آپ کی مہارت سے بزرگ ترین علمائے کرام نے استفادہ کیا، اور

بقول علامہ مامقانی علیہ الرحمہ جناب شیخ صدوق کی صداقت و عدالت اس قدر مشہور و معروف اور شک و شبہ سے بالاتر ہے اور آپ اسی طرح قابل اعتماد ہیں جس طرح جناب ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسی وغیرہ۔[1]

—— ۷ ——

بعض مولفین نے آپ کے اساتذہ کی تعداد ستر تک بیان کی ہے مگر آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں: آپ کے والد ماجد جناب علی بن الحسین القمی، علامہ شیخ غضائری، شیخ ماجیلویہ، شیخ تاتانہ بن شاذان جناب ابوالقاسم برقی، جناب محمد بن حسین بن ولید، شیخ محمد جعفر بن احمد بن علی قمی، وغیرہ۔

اسی طرح آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے مگر ان میں سے جن لوگوں نے بہت زیادہ شہرت پائی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ، جناب ابو محمد ہارون بن موسے شیبانی المعروف بہ تلعکبری، جناب حسین بن عبداللہ، شیخ علی بن احمد، اور ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نجاشی وغیرہ۔

—— ۸ ——

نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں آپ کی تالیفات کی تعداد دوسو

---

[1] مذکورہ بالا امور کے حوالہ کے لئے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیے:

تنقیح المقال: علامہ مامقانی جلد ۳، ص ۱۵۴، ۱۵۵، روضات الجنات ص ۱۲۳، قصص العلماء بحوالہ تاریخ تدوین حدیث، رجال نجاشی۔ وغیرہ۔

لکھی ہے، لیکن بکثرت دوسرے ارباب قلم نے آپ کی کتابوں کی تعداد تین سو لکھی ہے جن میں سے بہت زیادہ شہرت حاصل کرنے والی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

معانی الاخبار۔ کتاب الاعتقادات۔ الابانہ۔ کتاب الناسخ والمنسوخ۔ دین الامامیہ۔ مصابیح۔ کتاب العشرہ۔ کتاب التاریخ۔ المجالس۔ کتاب مقتل الحسینؑ۔ اکمال الدین واتمام النعمہ۔ مدینۃ العلم۔ علل الشرائع۔ کتاب التوحید۔ الخصال۔ عیون اخبار الرضا۔ اور من لا یحضرہ الفقیہ۔

جن میں آخر الذکر کتاب اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ ہماری علمی دنیا کی اہم ترین چار کتابوں (کتب اربعہ یعنی الکافی، من لا یحضرہ الفقیہ، الاستبصار اور التہذیب) میں کافی کے بعد من لا یحضرہ الفقیہ کا ہی درجہ تسلیم کیا گیا ہے۔

تہران کے مضافات میں شہر "رَے" کے اندر ۳۸۱ھ میں آپ نے وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے اور آج بھی زائرین کرام آپ کے روضۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

مشہور و معروف دانشور، ادیب، صحافی، محقق، صاحب تالیفات شاعر اہلبیت عالی جناب سید آل محمد رزمی صاحب دام مجدہ لائق مبارک باد ہیں کہ وہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بارے میں ایک گراں قدر تصنیف پیش کرنے کی سعادت،

حاصل کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی زندگی پر برادر مکرم جناب رزمی کو قلم اٹھانا بھی چاہیئے تھا کیوں کہ دونوں کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ جس طرح شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا قلم کبھی تھکتا نہیں تھا برادر مکرم جناب رزمی صاحب کے قلم کو بھی میں نے کبھی تھکتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بارگاہ معبود میں دست بدعا ہوں کہ وہ آپ کی اس گرانقدر خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کو زیادہ سے زیادہ علمی و تحقیقاتی نگارشات پیش کرتے رہنے کی سعادت عطا فرمائے جس سے ابنائے وطن اور فرزندان ملت ہمیشہ فیض حاصل کرتے رہیں۔

این دعا از او از جملہ جہاں آمین باد

والسلام

احقر۔ رضی جعفر نقوی

رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمۃ

رئیس المحدثین۔ شیخ اجل علامہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق۔ عالم اسلام کے جلیل القدر عالم، مکتب تشیع کے عالیقدر محدث و مفکر۔ آسمان علم و حکمت و عرفان کے مہر تاباں۔ بحر علم و معارف اسلامی کے ایک ایسے گوہر آبدار تھے جس کی آب و تاب کبھی ختم نہیں ہو سکتی جو ایک ہی وقت میں بہترین فیلسوف بھی تھے اور ایک عظیم القدر مرد فقیہ بھی ایک لائق صد افتخار و مایۂ ناز مدرس بھی تھے ایک گراں قدر محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین معلم، صاحب قلم، عارف اور علوم اسلامی کو زندگی عطا کرنے والے بھی تھے بلکہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قول کے مطابق وہ ایک ایسے انسان ہیں کہ جس کے قلب کو نور علم نے منور کر رکھا ہے جو عشق ربوبیت کے جذبہ سے سرشار ہے، اخلاص جس کے پورے جسم پر حاکم ہے جس کی نظر نگاہ اعتبار ہے جس کا سکوت دلیل فکر ہے جس کا بیان قابل ذکر ہے۔

المؤمن اذا نظر اعتبر و اذا
سکت تفکّر و اذا تکلّم ذکر

یہ وہ عظیم انسان و عالم ربانی ہے جس کے تابندہ و درخشاں افکار کو ماہ و سال و زمان و مکان کی قید میں مقید نہیں کیا جا سکتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ایسا انسان مستقبل سے تعلق رکھنے والا ہوتا ہے کیونکہ کمالات کے وہ ان مراتب کو طے کر چکا ہے جس کے بعد انسان کا قلب سرچشمۂ حکمت بن جاتا ہے اور جس کا قلم اسرار و رموز کے گوہر لٹاتا ہے۔ ایک ایسا انسان جس کی عظمت و پختگی، جس کے افکار کا استحکام و استقلال ہر انسان کو اکتساب فیض کے لئے اپنی طرف مائل کرتا ہے یعنی اس انسان کی علمیت اور معنویت دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا جذبہ لئے ہوئے

ہوتا ہے اور اس علم و معنویت کی کشش کے ذریعے یہ انسان اسلام کی حقانیت کو عام کرتا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ وہ مرد فقیہ جو زیور ایمان سے آراستہ ہو وہ اس حدیث کے مطابق کہ "مَن ماتَ مِنکُم عَلیٰ فِراشِہِ وَھُوَ عَلیٰ مَعرِفَۃِ حَقِّ رَبِّہِ وَحَقِّ رَسُولِہِ وَاَھلِ بَیتِہِ ماتَ شَہِیداً" (یعنی تم میں سے جو کوئی بھی اپنے رب اللہ کے رسول اور اہل بیت علیہم السلام کی حقیقی معرفت رکھتا ہے وہ اگر بستر (بیماری) پر مرجائے تو اس کی موت ایک شہید کی موت ہے) مختصر یہ کہ صاحب ایمان مرد فقیہ کی موت بھی شہادت ہے اور وہ شہید کہلاتا ہے اس لئے یہ وہ افراد ہیں جو اپنے افکار اور طرز عمل سے اسلامی معاشرہ میں اسلام کی سربلندی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدث جلیل شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو مکتب تشیع کی آثاث و متاع عزیز کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ انسان کو حقیقی عظمتوں کے اصولوں سے روشناس کرانے والی اسلام کی ان مایۂ ناز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت جس کا نام نامی اسم گرامی ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی شیخ صدوق ہے اگرچہ آپ کی ذات والا صفات علمائے فقہا، مجتہدین و اہل نظر میں محتاج تعارف نہیں لیکن عوام اور خواص سے آپ کی عظیم الشان شخصیت سے روشناس کرانے کے لئے خصوصاً نئی نسل کو اپنے ان علماء و مجتہدین اور فقہاء و محدثین سے روشناس کرانے کے لئے ان باعث صد افتخار ہستیوں کے کردار ان کے تبحر علمی، علمی آثار اور ان کے کردار و طرز زندگی کی معرفت کرانا فرض بلکہ قرض ہے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خود کو منازل ارتقائے انسانیت سے ہمکنار کرسکیں۔ ذیل میں ہم جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے حالات زندگی بطور اجمال پیش کر رہے ہیں تاکہ ہماری نئی نسل بھی ان عظیم شخصیتوں کے علمی آثار سے استفادہ کرسکیں۔

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی صدوق علیہ الرحمہ کی بے نظیر شخصیت اور ان کے علم و فضل پر روشنی ڈالنا اور ان کے علمی کمالات کا احاطہ کوئی آسان کام نہیں۔ جب تک ان کے اوصاف حمیدہ اور تبحر علمی سے کما حقہٗ واقفیت

اور آشنائی نہ ہو اور ان کی ذات با برکات پر قلم اٹھانے والے کا علم اتنا نہ ہو کہ جتنا اس عظیم عالم دین اور مفکّر کے ذہن و فکر کی وسعت میں سمایا تھا۔

جب تک وہ ایسی نظر نہ رکھتا ہو جتنی عرفان میں وسیع نظر اس عارف ربّانی کی تھی۔ جب تک اس کے پاس ایسا قلم نہ ہو جو خصائل و علل الشرائع اور من لایحضرہ الفقیہ جیسی نگارش کو وجود میں لانے والا قلم تھا اور جب تک اس نے ایسی کوشش نہ کی ہو جیسی ان کے مباحث اور علم حدیث اور حقیقت شناس روش کی گہرائی و گیرائی میں پائی جاتی تھی تو اس عظیم مفکر و محدّث کے درخشاں اور تاباں چہرے کی تصویر ذہن و فکر میں نہیں لا سکتا۔ علامہ شیخ صدوق عظیم محدّث، معروف عالم، وسیع الفکر عارف اور مفکّر تھے وہ چوتھی صدی ہجری کے ممتاز محدث و عالم اور درخشندہ ترین شخصیت تھے۔ مشاہیر حدیث و شیوخ اکابر میں شیخ صدوق کی شخصیت سورج کی طرح روشن اور چاند کی طرح ضوفشاں ہے۔ ان کا سوانحی پس منظر تابناک اور وطن و گھرانا نامور ہے۔

شیخ صدوق کا سانحی خاکہ

نام	محمد
ولدیت	علی بن حسین
مقام پیدائش	قم (ایران)
تاریخ پیدائش	سنہ ۳۰۶ھ
کنیت	ابوجعفر
القابات	شیخ اجل، رئیس المحدثین
تصانیف کی تعداد	تقریباً تین سو
تاریخ وفات	سنہ ۳۸۱ھ بمقام شہر رے تہران ایران نزد روضۂ اقدس شاہ عبد العظیم۔

آپ کے والد گرامی "ابوالحسن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قم کے وجیہ و ممتاز شہری و بعظمت عالم تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ راست بازی کا جوہر اتنا نمایاں تھا کہ لوگ "صدوق" (بہت بڑا سچا) کہتے تھے۔ علم و عمل فقہ و حدیث میں اتنی مہارت و عظمت پائی کہ لوگ آپ کے فتووں کو حدیث کا درجہ دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ ہر بات کا جواب حدیث ہی میں دیتے تھے۔ قم کی دینی مصروفیات کے باوجود تجارت کے سلسلے میں بغداد وغیرہ آمد و رفت تھی۔ تبلیغ دین و نشر علوم میں حصہ لیتے تھے۔ سینکڑوں اہم کتابوں کے مولف و مصنف ہیں۔

۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء جس سال بہت ستارے ٹوٹے اور نوابین اربع حضرت قائم آل محمد علیہ السلام میں جناب محمد سمری علیہ الرحمہ و علامہ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے انتقال فرمایا۔ اسی سال علی بن بابویہ قمی نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ ابوالحسن (علی بن حسین) کی اہلیہ جو ان کے چچا محمد بن موسیٰ کی صاحبزادی تھیں۔ بدقسمتی سے صاحب اولاد نہ ہوسکیں۔ اس لئے شیخ ابوالقاسم حسین ابن روح (متوفی ۳۲۶ھ) وکیل ناحیہ حضرت قائم آل محمد علیہ السلام سے دعا کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے امام عصر کی طرف سے خوشخبری سنائی کہ ایک دیلمی کنیز سے خدا صاحب اولاد کرے گا۔ کچھ دن بعد قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہوا اور خوش نصیب ماں کی آغوش میں تین صاحبزادے آئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) حسن جو زہد و گوشہ نشینی کی وجہ سے گمنام رہے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ فقیہ نہ تھے۔ (۲) ابو عبداللہ حسین منجھلے صاحبزادے تھے اور اکابر علماء میں ہوئے ہیں صاحب بن عباد اور دوسرے اکابرین سے اچھے مراسم اور امراء و اراکین سلطنت میں بڑے صاحب وقار تھے۔ سید مرتضیٰ اور تلعکبری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی اولاد مدت تک ابن بابویہ قمی کے نام سے یاد کرتی ہے۔ (۳) شیخ صدوق صدوق، ولادت و نشو و نما ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ پروفیسر سعید نفیسی نے بعض وجوہ

کی بنا پر سنہ ۳۱۱ھ کے قریب زمانہ ولادت فرض کی ہے لیکن علماء رجال کی اس تصریح کی بنا پر کہ وقت انتقال ستر سے کچھ زیادہ (نیفاو سبعین) تھے۔ یہ خیال ہے کہ کم از کم تہتر چوہتر کی عمر ہو گی اس لئے سنہ ۳۰۰ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک کی درمیانی مدت میں ولادت ہوئی ہو گی ممکن ہے آقائے مشکوٰۃ کا تحریر کردہ سنہ یعنی بعد از سنہ ۳۰۵ھ ہی صحیح ہو۔ نشوونما و تربیت و تعلیم کے متعلق پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ گھر کا ماحول علمی اور معاشی طور پر آسودہ و فارغ البال اور دینی طور پر محترم اور بنیادی اور مجموعی طور پر معزز و خوشحال تھا۔ وطن بھی حکومت کا بڑا مرکزی درجہ رکھتا اور دیلمیوں کی وجہ سے علماء و طلباء و اکابر کا شہر تھا۔ اس لئے یہ کہنا آسان ہے کہ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور گھر کے یا شہر کے معزز فاضل سے حاصل کی ہو گی اور جب نوشت و خواند کے درجے سے آگے بڑھے تو گرامی قدر والد نے کتاب الشرائع کے نام سے ایک کتاب لکھ کر دی۔ ذہانت و ذکاوت خدا داد تھی اور وہ بھی اس معیار و پیمانے پر کہ جناب حسین فخریہ کہا کرتے تھے کہ ہم دعائے حضرت حجت قائم آل محمد علیہ السلام سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے شیخ و استاد یا ان کے ایک دوسرے معاصر محمد بن علی اسود انہیں دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ آخر تمہارے حافظے ایسے کیوں نہ ہوں کہ دعائے امام سے فیض پایا ہے۔ جناب ابوعبداللہ حسین بن علی کا بیان ہے کہ (عقدت المجالس ولی دون العشرین) میں نے بیس برس کی عمر سے پہلے حلقہ درس قائم کر لیا تھا۔ شیخ علیہ الرحمہ ۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے خاندان کے علماءؒ

تاریخ و علم رجال کی کتابوں کے مطالعہ اور چھان بین سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے خانوادہ یعنی بنی بابویہ کے خاندان میں علماء و فضلاء کی ایک بڑی تعداد گزری ہے۔ اس خانوادہ کو گروہ علماء و مشائخ میں بڑا فضل و شرف حاصل ہے ان میں بہت سے علماء، فقہا اور محدثین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے

تبحر علمی سے بڑا نام پیدا کیا اور دین کی خدمت کی اور اپنی تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ اہل بیت الطاہرین علیہم السلام کی تعلیمات و فضائل، علمی کمالات و آثار کی حفاظت میں پیش پیش رہے۔ چنانچہ مرزا عبداللہ آفندی اپنی کتاب ریاض العلماء میں تحریر کرتے ہیں کہ وہ یعنی حسین بن علی بن بابویہ اور ان کے بھائی اور ان کے صاحبزادے اور نواسے اور پوتے شیخ منتخب الدین صاحب فہرست کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے جو سب کے سب اکابر علماء میں سے تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سلسلہ تو بظاہر سوائے ان کے فرزند کے کوئی اور عالم نہیں ہوا اور شیخ محقق سلیمانی بحرانی نے بابویہ کی اولاد کی تعداد پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اسی سے علامہ حائری نے اپنی کتاب منتہی المقال میں بہت کچھ لکھا ہے مگر وہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ بس ان میں سے چند افاضل علماء کے اسمائے گرامی معلوم ہو سکے۔ جو حقیقت میں گروہ شیعہ کے لئے باعث افتخار ہیں اور آسمان علم درخشندہ آفتاب ہیں۔

اس کے بعد ان فاضل موصوف نے انیس (۱۹) علماء کرام کے اسمائے گرامی تحریر کئے ہیں اور ان میں ایک حسن ابو علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ہیں اور وہ صدوق اوّل کے نام سے ملقب ہوئے ان دونوں کو ملا کر "صدوقان" کہتے ہیں اسی طرح حضرت شہید ثانی شیخ زین الدین بن شیخ نورالدین علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن صالح کے پوتے شیخ علی فرماتے ہیں کہ جب میں "صدوقان" (دونوں صدوق) کہوں تو اس سے میری مراد دونوں بھائی ہوا کرتے ہیں یعنی محمد اور حسین یہاں تک کہ انہوں نے حضرت شہید ثانی کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے فرزند صدوقان (دونوں صدوق) سے مراد محمد اور ان کے والد ہیں نجاشی نے اپنی فہرست میں صفحہ نمبر ۱۸۴ میں ان کے حالات تحریر کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی ابوالحسن اپنی عمر بھر اہل قم کے شیخ، ان کے فقیہ اور ان کے سردار رہے۔ یہ عراق گئے اور ابوالقاسم حسین بن روح رحمۃ اللہ

سے ملے ان سے مسائل دریافت کئے۔

آپ کی ولادت اور انکے متعلق علماء کے اقوال

شیخ اجل رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ بارہویں امام حضرت مہدی صاحب الزمان عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی دعا کی برکت سے علماء و فقہاء کے شہر قم ایران میں ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اہل قم میں یوں تو ہزاروں علماء و فقہاء گزرے ہیں مگر علمی حیثیت و منزلت میں نہ آپ کا کوئی ثانی ہوا اور نہ کوئی آپ کے برابر ہوا۔

بنی بابویہ قم کے خاندانوں میں سے ایک ایسا خاندان ہے جس کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس شخص نے تیسری اور چوتھی صدی کی علمی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ ملک ایران میں شہر قم ہمیشہ سے علم کا گہوارہ رہا ہے اس سرزمین نے بے شمار محدثین و فقہاء علماء و فضلاء و مفسرین مصلحین و رہبر و قائدین پیدا کئے اور شہر کے افق سے ایسے ایسے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے جسکی روپہلی کرنیں آج بھی اذہان جہان بشریت کو علم کے نور سے منور کر رہی ہیں اور یہ سلسلہ تیسری صدی سے آج تک جاری ہے اسی لئے آج بھی مقدس شہر قم کو علماء و مجتہدین کا شہر کہا جاتا ہے۔ ماضی میں بھی قم علماء و مجتہدین محدثین و فقہاء کا مرکز اور عجم کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا۔ علامہ محمد تقی علیہ الرحمہ مجلسی اول نے من لایحضرہ الفقیہ کی فارسی زبان میں جو شرح " اللوامع " تحریر فرمائی ہے اس میں اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے کہ علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ المتوفی ۳۲۹ھ جو شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد گرامی ابو الحسن علی بن حسین علیہ الرحمہ ان کے راس الرئیس ان کے فقیہ تھے اور اہل قم کے تشنگان علم کی نگاہیں ان کی طرف اٹھتی تھیں اگرچہ قم میں اس وقت بڑی تعداد میں علماء و محدثین موجود تھے مگر اہل قم اپنے علمی مسائل اور شرعی معاملات

میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

شیخ صدوق کی ولادت اور دعائے امام زمانہؑ

رئیس المحدثین جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور ان کے علمی کمالات صدیوں پر محیط ہوتے ہیں اور ان جیسے علماء کا وجود ذی بجود بھی کسی معجزہ سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا علامہ شیخ صدوق کی ولادت بھی ایک معجزہ ہے۔ آپ کی ولادت دعائے حضرت امام مہدی آخر الزمان کی دعاؤں کا نتیجہ اور ثمر ہے۔

اس واقعہ کو نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد گرامی علی بن الحسین ایک مرتبہ عراق کے سفر پر تشریف لے گئے یہاں آپ کی ملاقات امام زمانہ علیہ السلام کے نائب حضرت ابو القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ سے ہوئی آپ نے ان سے مسائل دریافت فرمائے اور قم واپس آگئے۔ قم واپس آکر آپ نے علی بن جعفر بن اسود کی وساطت سے حضرت ابو القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ کو ایک خط تحریر کیا جس میں حضرت قائم آل محمد علیہ السلام عجّل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے نام بھی ایک عریضہ تھا جس میں آپ نے امام زمانہ کے حضور اولاد پیدا ہونے کے لئے دعا کی درخواست پیش کی جس کے جواب میں حضرت قائم آل محمد علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ میں تمہارے حق میں خداوند عالم سے دعا کر دی ہے اور بہت جلد تمہارے یہاں دو بہترین فرزند پیدا ہوں گے۔ اس واقعہ کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "اکمال الدین واتمام النعمۃ" کے صفحہ ۲۰۶ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی الاسود نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آپ کے والد یعنی علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ علیہ الرحمہ نے حضرت محمد عثمان عمری علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد مجھ سے یہ فرمایا کہ آپ جناب ابو القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ سے عرض کریں کہ وہ

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام سے میری جانب سے درخواست کریں کہ حضرت میرے حق میں اولاد کے لئے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے میں نے آپ کے والد ماجد کے کہنے پر جناب ابو القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ سے گذارش کی تو انہوں نے انکار کر دیا مگر تین دن کے بعد انہوں نے فرمایا کہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام نے علی بن الحسین بن موسیٰ کے لئے دعا کر دی ہے اور عنقریب ان کے یہاں ایک صالح و نیک فرزند پیدا ہوگا جو لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی اولادیں ہوں گی۔ چنانچہ اسی سال آپ (علامہ شیخ صدوق) پیدا ہوئے اور آپ کے بعد دیگر فرزند پیدا ہوئے۔

کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ میں آپ نے اپنے طالب علمی کے زمانے کا بھی ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ جب محمد بن علی الاسود مجھے شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ولید علیہ الرحمہ کے درس میں جاتے ہوئے دیکھتے اور میرا علمی ذوق وشوق اور حافظہ کو ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ تمہارے اندر جو علم سے اتنی رغبت ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ تمہاری ولادت حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمر ہے۔

علامہ نجاشی نے اپنی کتاب رجال کے صفحہ نمبر ۱۸۵ پر تحریر کیا ہے کہ شیخ صدوق اکثر فخر سے کہا کرتے تھے کہ میں حضرت صاحب العصر علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمر ہوں۔

اب اس امر سے علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی شخصیت اور عظمت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا تبحر علمی اور دین کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات یہ سب حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کی برکتوں کا نتیجہ ہے اور جس کے لئے مامور من اللہ اور معصوم امام دعا فرمائے وہ جو بھی کمال علم کے منزل پر پہنچے کم ہے۔ اس کا تقویٰ و تقدس، اس کا زہد، اس کا حلم و علم یقیناً دوسروں سے بہتر ہوگا۔

حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ذات والاصفات تو دعائے امام زمانہ کا ثمر تھا لیکن ان کے والد گرامی کی عظمت کا اندازہ بھی اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آپ کے والد ماجد کو بھی ایک خط تحریر کیا ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا مکتوب گرامی

علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کے نام !

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ تمام حمد اس خدا کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، عاقبت متقیوں کے لئے ہے جنت موحدین کے لئے اور جہنم ملحدین کے لئے ہے اور سوائے ظالموں کے اور کسی پر زیادتی اچھی نہیں ہے اور کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے جو احسن الخالقین ہے اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں اس کی افضل ترین مخلوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور ان کی پاک و پاکیزہ عترت پر۔

اما بعد: اے میرے شیخ، میرے معتمد اور میرے فقیہ ابوالحسن علی ابن الحسین قمی! تمہیں اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے تمہارے صلب میں صالح اولاد قرار دے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اس لئے کہ مانعین زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ نیز میں تمہیں وصیت کرتا ہوں لوگوں کی خطا معاف کرنے کی، غصہ کو پی جانے کی اور اپنے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کی، اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی کی ان کی حاجت برآوری کے لئے سعی اور کوشش کرنے کی اور جہل کا سامنا ہو تو اسے برداشت کرنے کی، تفقہ اور تمام امور میں ثابت قدمی کی اور قرآن کے عہد کو پورا کرنے کی حسن خلق کی، نیکی کا حکم دینے اور برائی

سے منع کرنے کی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
"لَاخیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس
(سورہ النساء آیت کا نشان ۱۱۴) ان کی راز کی باتوں سے اکثر میں تو بھلائی کا نام تک نہیں مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے یا اچھے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان ملاپ کرانے کا حکم دے اور تمام خواہشات سے اجتناب کرے"

تمہارے لئے لازمی ہے نماز شب کی ادائیگی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی اور کہا تھا اے علی! تمہارے لئے نماز شب لازمی ہے اور آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا تھا اور جو شخص نماز شب کو اہمیت نہ دے اور استخفاف کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا تم میری وصیت پر عمل کرو اور میرے شیعوں کو بھی حکم دو کہ وہ اس پر عمل کریں اور تم پر لازم ہے کہ صبر سے کام لو اور فرج وکشادگی کا انتظار کرو اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے بہتر کام فرج وکشادگی کا انتظار کرنا ہے اور میرے شیعہ ہمیشہ ہی حزن وغم میں بسر کریں گے۔ یہاں تک کہ میرا وہ فرزند ظہور کرے گا جس کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جسطرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔

پس اے میرے شیخ! صبر سے کام لو اور میرے شیعوں کو بھی صبر کی تلقین کرو" ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین"۔ (سورہ اعراف آیت کا نشان ۱۲۸) ساری زمین تو خدا ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کا وارث ومالک بنادے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیزگاروں کا ہی ہے" اور تم پر اور ہمارے تمام شیعوں پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں" وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر"۔ اور ہم لوگوں کے لئے خدا ہی کافی ہے اور وہ بہترین

کارساز، بہترین مالک اور بہترین مددگار ہے۔"

جناب علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی اس سے بڑی عظمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے انہیں اپنا شیخ فقیہ اور معتمد کہا ہے۔ آپ کی دوسری عظمت خود آپ کے جلیل القدر فرزند علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ ہیں، آپ کی تیسری عظمت یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے امام حضرت قائم آل محمد علیہ السلام عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ میری اس بات کی تائید شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سوانح نگاروں سے بھی ہوتی ہے۔ ان سوانح نگاروں نے جناب علی بن الحسین کے نام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس خط کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا کہ اب اس خط کے پڑھنے کے بعد ہم اس امر کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ان کے والد کی عظمت و علو مرتبت کے لئے مزید کوئی دلیل پیش کریں اس لیے کہ امام علیہ السلام نے اس خط میں ان کو شیخ و معتمد اور فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کے لئے توفیق الٰہی اور ان کے صلب سے صالح اولاد پیدا ہونے کی دعا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی نسل میں بڑے بڑے علماء و فضلا و صلحاء پیدا ہوئے خصوصاً شیخ صدوق علیہ الرحمہ۔ آپ کی علمیت و جلالت بھی آپ کی ولادت کی طرح حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ اپنی کتاب غیبت میں امام عصر کی وہ توقیعات و خطوط جو ناحیہ مقدسہ سے جاری ہوئے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ابوالعباس احمد بن علی بن نوح سے روایت ہے اور انہوں نے ابی عبداللہ الحسین بن محمد بن سورہ قمی سے روایت کی ہے جب کہ وہ سفر حج میں ہم لوگوں کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے مجھ سے علی بن الحسین بن یوسف الصائغ قمی اور محمد بن احمد بن محمد صیرفی المعروف بہ ابن دلال کی وساطت سے بیان کیا کہ ان دونوں کے علاوہ مشائخ و اہل قلم نے کہ علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی زوجیت

میں ان کے چچا محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی دختر تھیں مگر ان کے یہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہو رہی تھی تو آپ نے حضرت شیخ ابی القاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ (نوابین اربعہ میں سے ایک نائب امام زمانہ علیہ السلام) کو خط لکھا کہ وہ حضرت امام عصر علیہ السلام عج اللہ فرجہ سے درخواست کریں کہ وہ اللہ تعالٰے سے دعا فرمائیں کہ ہمیں ایسی اولاد عطا کرے جو فقیہ ہو تو جواب میں یہ توقیع آئی کہ اس زوجہ سے تمہیں کوئی اولاد نہ ہوگی مگر عنقریب ایک دیلمی کنیز تمہاری ملکیت میں آئے گی اور اس سے تمہارے دو فقیہ فرزند پیدا ہوں گے ابو عبداللہ بن سورہ کا بیان ہے کہ ابوالحسن بابویہ کے تین فرزند ہوئے تھے ایک محمد، دوسرے حسین یہ دونوں فقیہ تھے اور حفظ میں ماہر تھے ان کے حافظ کا یہ حال تھا کہ یہ دونوں وہ سب کچھ حفظ کر لیتے تھے جن کو اہل قم میں کوئی حفظ نہیں کر پاتا تھا ان کے تیسرے بھائی حسن تھے جو منجھلے (اوسط) تھے وہ فقیہ نہ تھے لوگوں سے اختلاط کم رکھتے اور ہمیشہ زہد و عبادت میں مصروف رہتے اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ابن سورہ کا بیان ہے کہ جب یہ دونوں حضرات یعنی ابو جعفر محمد (شیخ صدوق) اور ان کے بھائی ابو عبداللہ الحسین جس وقت روایات بیان کرتے تو لوگ حیرت زدہ ہوتے اور کہتے کہ آپ دونوں میں یہ خصوصیات امام زمانہ علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے اور یہ بات اہل قم میں بہت مشہور تھی، دوسری بات انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اگرچہ وہ کمسن تھے مگر ان سے بڑے بڑے شیوخ نے احادیث سنیں مگر ۳۵۵ھ میں ان کا ورود یہ بتاتا ہے کہ اس وقت آپ کا سن چالیس سال سے کچھ زیادہ کا تھا اس سن میں ان کو کمسن نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ بزرگ علماء کے مقابلے میں بہت چھوٹے تھے۔

علی بن حسین اور دیلمی کنیز

جیسا کہ جناب علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی درخواست پر حضرت امام

زمانہ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اور یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ آپ کی موجودہ بیوی سے اولاد نہیں ہوگی البتہ دیلمی کنیز سے آپ کے یہاں اولادیں پیدا ہوں گی لیکن حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے یہ لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تاریخ میں یہ بات واضح نہیں ہے۔ کہ ان کے والد ماجد نے وہ کنیز کب اور کیسے خریدی۔ مگر ظن غالب یہ ہے کہ انہوں نے امام زمانہ علیہ السلام کی توقیع پڑھنے کے بعد کسی دیلمی کنیز کو تلاش کر کے خرید ا ہوتا کہ انہیں وہ گوہر مقصود مل جائے جس کی امام نے خبر دی ہے اور اس کنیز سے پہلے ہی ایک مبارک فرزند نرینہ پیدا ہوا اور وہ یہی ہمارے شیخ محمد بن علی الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی صدوق علیہ الرحمہ تھے۔ کہ اہل قم میں ان کا کوئی نظیر وثانی نہ تھا اور جن کی ولادت امام زمانہ کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ آپ کے والد ماجد کی آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوئی اور اس میں خیر و برکت کی نشانیاں نظر آنے لگیں اس لئے یہ امام کی دعا کی برکت اور ان کی بشارت سے پیدا ہوئے اور امام زمانہ علیہ السلام نے انہیں خیر و برکت و نفع لوگوں کے لئے ان سے بہت زیادہ نفع پہنچنے کی امید دلائی تھی۔

علامہ شیخ صدوق کی ولادت اور حسین بن روح کی نیابت

محمد بن علی شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت ایران کے علمی مرکز قم میں ۳۰۵ھ کے بعد ہوئی جو حسین ابن روح کی سفارت کا پہلا سال تھا جیسا کہ تاریخ ابن اثیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ۳۰۵ھ کے حادثات میں تحریر کیا کہ اسی سن ماہ جمادی الاول میں جناب ابو جعفر محمد بن عثمان عسکری المعروف بہ السمان کی وفات ہوئی جن کو لوگ عمری کے لقب سے پہچانتے ہیں اور یہ امامیہ کے رئیس سردار تھے اور ان کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ امام منتظر علیہ السلام تک رسائی کا ذریعہ تھے اور انہوں نے اپنے آخری وقت میں یہ نیابت جناب

ابوالقاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور شیخ طوسی نے اپنی کتاب "الغیبۃ" میں تحریر کیا ہے کہ ان کی وفات جمادی الاول کی آخری تاریخوں میں ہوئی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ہوئی اس لئے عمری علیہ الرحمہ کی وفات جمادی الاول کی آخری تاریخوں میں ہوئی اور ابوالقاسم حسین بن روح علیہ الرحمہ کی سفارت کے اوائل میں شیخ صدوق کے والد عراق آئے۔ ابوالقاسم روحی سے کچھ مسائل دریافت کئے پھر واپس ہوئے پھر علی بن جعفر الاسود کے ہاتھوں انہوں نے ایک خط روانہ کیا پھر امام کی طرف سے اس کا جواب آیا پھر کنیز کی خریداری پھر زمانہ حمل و ولادت اس کو ایک عرصہ چاہیے اور کچھ کم نہیں تو کم از کم ۳۰۶ھ یا اس کے بعد ان کی ولادت ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنے والد اور اپنے شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کے ساتھ زمانہ غیبت صغریٰ میں بیس سال سے کچھ زیادہ رہے کیونکہ ان دونوں کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی اور ابی الحسن علی بن محمد سمری سفراء اربعہ میں سے آخری کی وفات بھی اسی سال ہوئی اور پھر غیبت کبریٰ کا دور شروع ہو گیا۔

علامہ مامقانی اور دوسرے اکابر کا بیان ہے کہ جناب صدوق کی ولادت جناب عثمان العمری کی وفات کے تھوڑے ہی دنوں بعد اور جناب حسین بن روح کے شروع زمانہ نیابت میں ہوئی اور چونکہ جناب عثمان العمری کی وفات ۳۰۵ھ میں ہوئی ہے اس لیے جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت بھی اسی سن یا اس سے اگلے سنہ میں ہوگی۔ جناب فاضل لکھنوی نے آپ کی ولادت ۳۰۵ھ ہی میں قرار دی ہے (تاریخ تدوین حدیث صہ ۳۸ مطبوعہ راولپنڈی) لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ایک معروف تصنیف "خصال" جس کا ترجمہ الحاج مولانا محمد شریف صاحب نے کیا ہے جسے مکتبہ ساجدہ ۸۵ شمس آباد کالونی ملتان نے شائع کیا ہے آپ نے علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت ۳۱۱ھ میں قرار

دی ہے آپ لکھتے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ۱۹ سال غیبت صغریٰ کا زمانہ پایا، کیونکہ سمری آخری نائب خاص امام عصر عج اللہ فرجہ کی وفات ۳۲۹ھ ہے۔

شیخ صدوق کا اسم گرامی

علامہ محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمہ (مولف کتاب من لا یحضرہ الفقیہ) انوار النعمانیہ تالیف محدث شہیر سید نعمت اللہ جزائری میں ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا نام بھی حضرت حجت خدا امام مہدی علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے رکھا تھا۔ ناحیہ مقدسہ سے جو توقیع صادر ہوئی تھی اس کے الفاظ یہ تھے۔

"قد قبل اللہ الدعاء وسیولد لک ولدان فسم احدھما محمدؐ والآخر حسینا" (ترجمہ) اللہ نے تمہاری دعا سن لی ہے اور عنقریب تمہارے یہاں دو فرزند پیدا ہوں گے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا حسین رکھنا۔ یہ توقیع مقدس جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے پاس موجود تھی اور آپ اس پر فخر فرمایا کرتے تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد ماجد علی بن حسین

جناب علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی اپنے وقت کے معروف و مقدس عالم تھے آپ کے تقویٰ و تقدس اور طہارت و زہد و علم و کردار کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آپ کو اپنا شیخ، معتمد، فقیہ کہا اور آپ کے لیے توفیق الٰہی اور آپ کے صلب سے صالح اولاد پیدا ہونے کی دعا فرمائی۔ آپ کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت اور مصاحبت کا شرف حاصل ہے، اور آپ کے لیے زمانہ کے امام حضرت قائم آل محمد علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ آپ کیلئے یہ شرف و فضل

کیا کم ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آپ کو نصیحت و وصیت فرمائی۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بھائی حسین رحمہ اللہ

یہ خانوادہ قم کا ممتاز و معروف علمی خانوادہ تھا اور حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بھائی بھی آپ ہی کی طرح دعائے امام زمانہ علیہ السلام کا نتیجہ اور آپ کے پدر گرامی کی نیکیوں کا ثمر تھے۔ نجاشی نے اپنی کتاب الفہرست میں آپ کے حالات تحریر کئے ہیں اور کہا ہے کہ حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی ابو عبداللہ ثقہ ہیں انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے اور اجازہ روایت کی ہے ان کی متعدد کتب ہیں ان میں ایک کتاب التوحید و نفی التشبیہ اور ایک عملیہ ہے جو صاحب ابی القاسم ابن عباد کے تحریر کیا تھا اس کے راوی حسین بن عبیداللہ ہیں۔

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ان کا ذکر اپنی کتاب الغیبۃ ص۲۰۱ پر کیا ہے اور جس کو نقل کیا ہے۔

ابن حجر نے اپنی کتاب "لسان المیزان"، جلد اوّل صفحہ ۳۰۶ میں اور انکے حالات نقل کئے ہیں فہرست نجاشی سے مگر نجاشی کے عبارت سے لسان المیزان کی عبارت مختلف ہے۔ آپ چند مشائخ سے روایت کرتے ہیں جن میں ایک تو ان کے والد ابوالحسن ابن بابویہ ہیں۔ دوسرے ان کے بھائی ابوجعفر ابن بابویہ ہیں اور ابوجعفر محمد بن علی الاسود اور علی بن احمد بن عمران الصفار اور حسین بن احمد بن ادریس ہیں اور خود ان سے روایت کرتے ہیں شیخ ابوعلی حسین بن محمد بن حسن شیبانی صاحب تاریخ قم و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ و علی بن حسین بن موسیٰ حسین بن احمد بن مثیم عجلی اور احمد بن محمد نوح ابوالعباس سیرافی کہتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کے پاس بصرہ کے اندر ماہ ربیع الاول ۳۷۸ھ اور روایت کی ہے

کہ ان سے شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ایک جماعت کے توسط سے جیسا کہ آپ نے اس کا ذکر اپنی کتاب " الغیبۃ " کے صفحہ نمبر ۲۰۹، ۲۶۲ اور ۲۶۸ پر کیا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بھائی حسن رحمہ اللہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بھائی حسن رحمہ اللہ بڑے متقی و پرہیزگار انسان تھے اور زیادہ وقت عبادت و زہد میں مشغول رہا کرتے تھے۔ وہ اگرچہ فقیہ نہیں تھے لیکن آپ کا شمار اہل عرفان میں ہوتا ہے آپ ہر وقت خدا کی یاد میں معروف رہتے تھے اور لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے۔ ابن سورہ نے آپ کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی ہے آپ کے خاندان کا تفصیلی علم نہیں ہے۔ مگر آپ کی کتابوں پر مقدمہ لکھنے والوں نے ان کے قریبی رشتہ داروں کے نام بڑی تلاش و جستجو کے بعد سترہ (۱۷) لکھے ہیں اور ان کے اقرباء میں شیخ منتخب الدین ابوالحسن علی بن عبیداللہ بن حسن (حسکا) بن حسین بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کو بھی شمار کیا ہے۔ یہ ایک مرد فاضل و محدث و حافظ تھے اور مشہور ثقات و محدثین میں سے تھے انہوں نے ایک کتاب الفہرست لکھی ہے جو ایران میں بحارالانوار کے آخری جز میں طبع ہو چکی ہے۔ شیخ منتخب الدین اپنے آباؤ اقارب و اسلاف سے بہت زیادہ روایتیں کی ہیں اور کئی طریقوں سے کی ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے چچازاد بھائی شیخ بابویہ بن سعد سے بھی روایت کرتے ہیں اور علامہ مجلسی ثانی نے اپنی کتاب بحارالانوار کے مقدمہ میں ان کی بے حد تعریف کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شیخ منتخب الدین کا شمار مشہور ترین محدثین میں ہے ان کی کتاب فہرست بے حد مشہور ہے۔ یہ حسین بن علی بن بابویہ کی اولاد میں سے ہیں اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ ان کے بڑے چچا ہیں۔ ان کی بہت سی مولفات رکھتے ہیں) ہیں ان میں سے ایک کتاب " الاربعین من الاربعین "، (چالیس احادیث چالیس راویوں سے

فضائل امیرالمومنین میں ہیں جو قلمی ہیں اور ایک کتاب فہرست ہے جو طبع ہو چکی ہے جس کا ذکر چند سطر پہلے ہو چکا ہے وہ دراصل شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب الفہرست کا تکملہ و تتمہ ہے اور شیخ حر آملی نے اپنی کتاب "امل الامل"، میں جو طبع ہو چکی ہے دیگر تراجم کے ساتھ ملا کر جلا کر دیا ہے اور اس میں اجازات سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور شیخ منتخب الدین کا رسالہ مواسعت (کشادگی) کے موضوع پر ہے، جس کا نام انہوں نے "العصرہ"، رکھا ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے وہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں اور صاحب مقدمہ نے ان میں تیرہ (۱۳) نام لکھے ہیں جن میں ان کے والد عبیداللہ کا نام بھی ہے اور متاخرین سوانح نگاروں نے ان کے حالات زندگی لکھے ہیں اور بہت تعریفیں کی ہیں ان کی ولادت ۵۰۴ھ میں ہوئی اور وفات ۵۸۵ھ کے بعد ہوئی۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ

جیسا کہ روایات اور دعائے امام زمانہ سے ظاہر ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی دو والدہ تھیں۔ آپ کے والد ماجد جناب علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی پہلی شادی اپنی چچا زاد بہن یعنی جناب محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ شیخ صدوق کی والدہ ایک دیلمی کنیز تھیں جو حضرت امام زمانہ کے حکم پر آپ کے والد ماجد نے اپنے عقد میں شامل کیا تھا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی اولاد

کتابوں کی ورق گردانی کے باوجود بھی شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے کسی اولاد کا نام یا تذکرہ نہیں ملا ربایہ کہ ان کی کنیت ابو جعفر ہے۔ لہذا جعفر نامی فرزند ہو گا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تعلیم و تربیت

گیارہ سو سال کی طویل مدت گذر جانے کی وجہ سے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی BIOGRAPHY نہ لکھی جانے کی وجہ سے آپ کی زندگی کے بہت سے حالات نذر طاق نسیاں ہو گئے اور چیدہ چیدہ کتابوں میں جو کچھ موجود ہیں اسے بھی یکجا نہیں کیا گیا۔ نجف اشرف کے بعض افاضلین تحریر کرتے ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی پرورش و تربیت فضل و شرف کی آغوش میں ہوئی ان کے پدر بزرگوار انہیں علوم و معارف کی غذا کھلاتے رہے اور اپنے علوم و آداب کی ان پر بارشیں کرتے رہے۔ اپنے صفات و زہد و تقویٰ و ورع کی روشنیوں سے ان کے نفس کو جگمگاتے رہے اور اس طرح ان کی علمی نشوونما مکمل ہوئی۔

الغرض آپ اپنے والد ماجد کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے اور تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے جن میں علم و عمل دونوں فضائل جمع تھے ان میں دینی دنیاوی وجاہتیں موجود تھیں اس لیے کہ آپ کے والد اپنے زمانے میں اہل قم کے شیخ اور ان کے فقیہ تھے لوگوں کی نگاہیں ان ہی کی طرف اٹھتی تھیں وہ اپنے علم اور دین داری کی وجہ سے مشہور تھے۔ اپنے ورع و تقویٰ کی وجہ سے یہ بہت متعارف تھے۔ اطراف و اکناف کے اکثر شیعہ آپ کے پاس آتے اور شرعی احکام حاصل کرتے۔ ان کا ذریعہ معاش ان کے علمی مقام کے لیے مانع نہ تھا ان کی تجارت تھی جس کو ان کے ملازمین چلاتے تھے اور آپ بہ نفس نفیس ان کی نگرانی کرتے اور تجارت سے جو کچھ اللہ دیتا اس سے زندگی بسر کرتے۔ انہوں نے کبھی نہ چاہا کہ دوسروں کی دولت سے ثروت مند بن جائیں شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایسے ماحول میں پرورش پاتے رہے اور تقریباً بیس سال سے زیادہ آپ نے اپنے والد کا زمانہ پایا اور اسی اثناء میں وہ ان کے ایسے اخلاق و آداب و معارف و علوم سے فیض حاصل کرتے رہے جس کی بنا،

پروہ اپنے ہمعصروں میں سب سے زیادہ بلند تھے۔ آپ کی ابتدائی اور اولین نشوونما ایران کے ایک شہر قم میں ہوئی جو اس وقت ایک بڑا علمی مرکز تھا جس میں علماء و محدثین کی کثرت تھی اور تحصیل علم کے لیے بڑا اچھا ماحول تھا۔ اہل قم ان میں خیر و بہتری کے نشانات دیکھ رہے تھے اور امام کی دعا کی وجہ سے لوگ ان سے بہتر توقعات رکھتے تھے۔ پھر بھی بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہ (شیخ صدوقؒ) کامل جوان ہو گئے اور ذہانت و صلاحیت اور حفظ و ذکاوت کی ایک مثالی شخصیت بن کر ابھرے۔

شیوخ کی مجالس میں حاضر ہوتے، ان سے احادیث سنتے اور ان سے روایت لیتے اور چند دنوں میں لوگوں کی انگلیوں کے اشارے ان کی طرف ہونے لگے۔ چنانچہ آپ نے شیوخ اہل قم سے بہت کچھ حاصل کیا اور ان شہروں کے علماء سے استفادہ کے بعد آپ نے طلب حدیث کے لیے سفر کیا اور رجب ۳۳۹ھ میں وطن سے نکلے اور اس کے بعد پے در پے مختلف شہروں کا سفر کیا اور ان شہروں کے علماء سے استماع حدیث کرتے رہے۔ اس زمانے میں ایران پر آل زیاد اور آل بو یہ کی حکومت تھی۔ یہ لوگ اہل علم کی بڑی قدر و منزلت و خدمت کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کے گرد علماء و شعراء جمع ہو گئے، جیسے صاحب ابن عبادہ وغیرہ اور ان کے دور میں بہت سے علمی مرکز جا بجا قائم ہو گئے تھے۔ جیسے قم خراسان، نیشاپور، و اصفہان وغیرہ جو علم و اساتذہ سے آباد تھے اطراف و اکناف کے طلباء وہاں تحصیل علم کے لیے جاتے اور وہاں کے امراء حکام ان کی سرپرستی کرتے ان کے لیے وظائف مقرر کرتے اور ان کا احترام کرتے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے شاگرد تلامذہ

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے اساتذہ کی طرح آپ کے شاگردوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ جن میں بہت سے انتہائی شہرت کے مالک ہیں۔ جن لوگوں

نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ سے روائتیں لیں وہ علماء و مشائخ کی ایک پوری جماعت ہے اگر ہم ان لوگوں کو تلاش کرنا چاہیں کہ جنہوں نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے اور ان سے علم حاصل کیا ہے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی اور اس کے لیے بہت وقت درکار ہو گا خصوصاً جب کہ ارباب معاجم کے بیان کے مطابق ہم جانتے ہیں کہ جب وہ ابھی کمسن ہی تھے کہ بڑے بڑے شیوخ اصحاب نے ان سے احادیث سننا شروع کر دیا تھا اور جب کہ ہم کو علم ہے کہ انہوں نے علمی مراکز کے بہت سے سفر کیئے اور اس میں وہ خود حدیثیں سناتے بھی رہے اور سنتے بھی رہے لوگوں کو علم دیتے بھی رہے اور لوگوں سے علم لیتے بھی رہے۔ نیز ہم یہ بھی جانتے تھے کہ انہوں نے ستر (۷۰) سال سے کچھ زیادہ عرصہ عمر پائی جسے انہوں نے علمی جہاد کے لیے صرف کر دیا اسی اثناء میں وہ کتابیں تصنیف کرتے رہے اور شیوخ کی مجلسوں میں بھی شریک رہے، اصول حدیث کو بھی جمع کرتے رہے اور دینی احکام کی نشر و اشاعت بھی کرتے رہے۔

یہ سب دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ممکن نہیں کہ آپ کے تمام شاگردوں اور شرف تلمذ حاصل کرنے والوں کی مکمل فہرست پیش کر سکیں کہ جو قم اور دیگر شہروں میں آپ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ آپ کے چند معروف شاگردوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ (۲) جناب ابو محمد ہارون بن موسیٰ شیبانی المعروف بہ تلعکبری (۳) حسین بن عبد اللہ غضائری متوفی،

(۴) علی بن احمد (۵) ابو العباس احمد بن علی بن احمد نجاشی (۶) محمد بن محمد بن لقمان حارثی بغدادی مولود ۱۱، ذیلعقد ۳۳۶ھ متوفی ۴، رمضان

شیخ صدوق کا علمی و تحقیقی سفر

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے حصول علم اور حدیث کی جمع آوری کے لیے عرب و عجم کے مختلف شہروں کا سفر کیا۔

۱۔ شہر رے میں ورود

آپ نے اپنے آبائی شہر قم سے شہر رے کا سفر کیا۔ جیساکہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آل زیاد و آل بوحیہ اہل علم کی قدر و منزلت کرتے تھے لہذا ان امراء میں ایک رکن الدین بویہی بھی تھا جس کو بہت سے علماء سے صحبت تھی۔ دوسرے شہروں سے علماء کو بلاتا ان سے دینی و دنیاوی فوائد حاصل کرتا چنانچہ اس نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے بھی استدعا کی اور اس استدعا اور خواہش میں اہل رے بھی اس کے شریک تھے۔ اہلیان شہر "رے"، نے آپ کو "رے"، آنے کی دعوت دی آپ نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اس لیے کہ اللہ کی طرف سے علماء پر بھی فرض عائد ہوتا ہے۔ آپ وہاں پہنچے اور وہاں قیام کیا۔ اہلیان شہران کے پاس آتے اور احکام شرعی معلوم کرتے نیز صاحبان علم و عقل ان کے گرد جمع ہوتے اور آپ اپنے علوم و معارف سے ان کو فیض پہنچاتے آپ کے دروازے پر جو آتا اس سے بخل نہ کرتے پھر اس شہر میں جتنے بھی شیوخ تھے ان سے انہوں نے بھی اخذ حدیث کیا چنانچہ رجب ۳۴۷ھ میں رے کے اندر آپ نے ابوالحسن بن احمد بن اسد اسدی المعروف بہ ابن جرادہ بروعی اور یعقوب بن یوسف بن یعقوب اور احمد بن محمد بن المصقر الصائغ العدل و ابی علی احمد بن محمد بن حسن القطان المعروف بہ ابی علی ابن عبدربہ رازی سے احادیث استماع کیں یہ صائغ و قطان اہل رے کے شیوخ میں سے تھے۔

۲۔ مشہد مقدس کا سفر

آپ نے ایران کے صوبہ خراسان کے شہر طوس کا سفر کیا۔ جہاں ثامن الآئمہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا روضۂ اقدس ہے اور آپ کے علمی آثار یہاں موجود تھے شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب "عیون الاخبار الرضا" کے خاتمے میں کہتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الدولہ سے زیارت مشہد رضا کی اجازت چاہی انہوں نے رجب ۳۵۲ھ میں مجھے اجازت دی یہ آپ کے لیے مشہد کی پہلی زیارت تھی۔ دوسری زیارت ماہ ذی الحجہ ۳۶۷ھ میں کی اور شہر رے واپس آئے اور پھر تیسری زیارت مشہد مقدس کی شعبان ۳۶۸ھ میں ماوراء النہر جاتے ہوئے کی۔

۳۔ استرآباد و جرجان کا سفر

رئیس المحدثین علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ جمع آوری و اخذ احادیث کیلئے استرآباد و جرجان بھی تشریف لے گئے وہاں ابی الحسن محمد بن قاسم مفسر استرآبادی خطیب سے تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام اور ابی محمد قاسم بن محمد استرآبادی و ابی محمد عبدوس بن علی بن عباس جرجانی و محمد بن علی استرآبادی سے احادیث کا استماع کیا۔

۴۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سفر نیشاپور

یہ ایک شہر ہے جو رے اور سرخس کے درمیان خراسان کے راستے میں واقع ہے (یہ شہر مشہد اور سبزوار کے درمیان میں ہے اور مشہد سے ۱۲۵ کلومیٹر ہے یہاں امام زادہ محروق اور امام زادہ ابراہیم، عمر خیام اور عطار نیشاپوری کی قبریں ہیں) مشہد مقدس کی زیارت سے واپسی میں ۳۵۲ھ میں آپ نے وہاں چند دن قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے مسائل پوچھتے اور

ان کے جوابات لیتے رہتے۔

۵۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سفر مرد الرود

مرد الرود یہ بھی مرد شاہجہاں کے قریب پانچ دن کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ یہ دونوں خراسان کے شہروں میں سے ہیں آپ خراسان کے سفر میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔

۶۔ سفر سرخس اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ

سرخس یہ نواحی خراسان میں ایک قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور مرو کے بالکل درمیانی راستہ پر واقع ہے، خراسان کے سفر میں آپ یہاں بھی تشریف لائے تھے۔

۷۔ سمرقند کا سفر

یہ شہر ماوراءالنہر کے شہروں میں ایک بہت مشہور و معروف و تاریخی شہر ہے اس شہر کو حضرت ذوالقرنین نے آباد کیا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو ثمر حمیری نے آباد کیا تھا۔ یہ ماوراءالنہر کے اہم ترین شہروں میں سے ایک ہے آپ وہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لے گئے تھے۔ (سمرقند اب روس میں واقع ہے)

۸۔ سفر بلخ

یہ ایران کے قدیم شہروں میں سے ہے اس کے اور سمرقند کے درمیان بارہ فرسخ کی مسافت ہے آپ یہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے تھے۔ یہ تاریخی شہر تھا اور اپنے زمانے میں علماء و فضلاء کا مرکز تھا۔

۹۔ سفر ایلاق

یہ ماوراء النہر کے اضلاع میں ایک ضلع ہے جو ضلع شاش سے متصل ہے یہ دونوں شہر سمرقند کے صوبہ میں ہیں آپ یہاں ۳۶۸ھ میں تشریف لائے کچھ دنوں قیام فرمایا اور دوران قیام شریف ابی عبداللہ محمد بن حسن موسوی المعروف بہ نعمت سے ملے یہیں شریف مذکور شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیفات سے واقف ہوئے جو تقریباً اس وقت ۲۴۵ کتابیں تھیں اور اس میں سے اکثر کی انہوں نے نقل حاصل کر لی اور شریف مذکور نے آپ سے محمد بن زکریا رازی کی تالیف کی ہوئی کتاب "من لایحضرہ الطبیب" کا ذکر کیا اور فرمائش کی آپ بھی اسی طرز کی ایک کتاب فقہ میں لکھ دیں جو مسائل حلال و حرام شرائع احکام پر مشتمل ہو تو آپ نے ان کی فرمائش پر کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" تصنیف کی جیسا کہ آپ نے اس کے مقدمہ میں سبب تصنیف کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۰۔ سفر فرغانہ:

یہ بھی بلخ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور بلخ کے درمیان مغرب کی جانب تیس منزلیں ہیں آپ دوران سفر یہاں بھی تشریف لے گئے۔

۱۱۔ ہمدان کا سفر:

آپ نے ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کے لیے جاتے ہوئے کچھ دنوں شہر ہمدان میں بھی قیام فرمایا اور اپنے علم سے یہاں کے مومنین کو فیضیاب کیا۔

۱۲۔ بغداد کا سفر:

آپ نے ۳۵۲ھ میں بغداد کا سفر کیا۔ شہر بغداد کے علماء و شیوخ نے آپ سے احادیث سنیں اور آپ نے وہاں کے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا پھر دوسری

مرتبہ حج بیت اللہ سے واپسی پر ۳۵۵ھ میں دوبارہ بغداد تشریف لائے اور بغداد میں متعدد علماء و فقہاء و شیوخ نے آپ سے ملاقاتیں کیں اور آپ نے بھی بغداد کی معروف علمی شخصیتوں سے ملاقات کی اور احادیث کا استماع کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) ابو محمد حسن بن یحییٰ حسینی علوی (۲) ابو الحسن علی بن ثابت دوالیبی ہیں ان سے آپ نے بغداد کے پہلے سفر میں استماع کیا دوبارہ جب آپ بغداد تشریف لائے تو آپ نے محمد بن عمر الحافظ اور ابراہیم بن ہارون حسنی سے احادیث کا استماع فرمایا۔

۱۳۔ سفر کوفہ:

آپ ۳۵۴ھ میں دوران سفر حج کوفہ بھی تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں بہت سے شیوخ سے احادیث کا استماع کیا (۱) محمد بن بکران نقاش (۲) محمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی (۳) حسن بن محمد بن سعید ہاشمی (۴) ابی الحسن علی بن عیسیٰ مجاور مسجد کوفہ نیز دیگر شیوخ سے دوسرے مقامات پر اخذ احادیث فرمایا چنانچہ محمد بن علی کوفی سے مشہد امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں اور ابو الحسن بن حسین بن شقیر بن یعقوب بن حرث بن ابراہیم ہمدانی سے کوفہ میں ان کے مکان پر اور ابی ذر یحییٰ بن زید بن العاص بن ولید بزاز اور حسن بن محمد سکونی مزکی سے کوفہ ہی میں استماع کیا مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کس مقام پر۔

۱۴۔ مکہ و مدینہ کا سفر:

آپ ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قبور آئمہ الطاہرین کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔

۱۵۔ فید:

یہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور کوفہ کے درمیان تقریباً نصف راہ پر

واقع ہے اور مکہ سے واپسی میں یہاں ابی علی احمد بن ابی جعفر بیہقی سے استماع حدیث کی
غرضیکہ رئیس المحدثین علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علماء، فقہاء، مفسرین
ومحدثین سے ملاقات کے لئے دور ودراز کا سفر کیا اور لوگوں کو تعلیمات
اہل بیت سے روشناس کرایا اور جہاں جہاں سے ان کے فضائل کے باب میں
حدیثیں مل سکیں انہیں جمع کیا اور مختلف شہروں کے علماء ومحدثین سے استماع
حدیث کی۔ جو شخص صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیف اور خصوصاً آپ کی کتاب
ثانی الاصول رمن لا یحضرہ الفقیہ کا مطالعہ کرے تو اس کو معلوم ہو جائیگا
کہ آپ نے جید علماء خاص وعام سے مختلف علوم وفنون کے متعلق روایات لی ہیں
جو کہ علمی مراکز جیسے بغداد، کوفہ، رے، قم، نیشاپور، طوس، بخارا اور سمرقند
وغیرہ جن جن شہروں کے آپ نے سفر کئے وہاں ایسے نادر روزگار علماء
کو حدیثیں سنیں کہ جن کے پاس لوگ اخذ حدیث کے لیے دور دور سے آیا
کرتے تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے آثار علمی

رئیس المحدثین علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مختلف علوم وفنون پر تین سو
سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اور ان کی کتابوں کی تصنیف اور احادیث کے
استماع کے لئے مختلف ملکوں اور شہروں کا دورہ کیا، علمی مباحثے
کئے۔ لوگوں کو اپنے علم وفضل سے فیض یاب کیا اور مسائل
بتائے مختلف نامور علماء وشیوخ سے احادیث کا استماع کیا اور
اس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا، شہر رے میں
آپ کے نزدیک ہی وزیر مملکت صاحب ابن عبادہ کا وہ عظیم الشان وبیش
قیمت کتب خانہ تھا کہ جس کی کتابوں کی فہرست ہی گیارہ جلدوں پر مشتمل

تھی اور اس کے علاوہ وہ کتابیں جو آپ کو مختلف سفروں میں مطالعہ کے لئے ہاتھ آئیں وہ اس کتب محاح کے علاوہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ہمارے ان بزرگ عالم دین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ حافظہ اور ذہین و ذکاوت و صلاحیت و فہم و شعور و ادراک عطا ہوا تھا اور آپ وہ سب کچھ یاد کر لیتے تھے جو کوئی دوسرا یاد نہیں کر سکتا تھا اہل قم میں ان کا کوئی مثل و نظیر نہیں تھا وہ اپنی ذات میں ایک چلتے پھرتے اور متحرک مدرسہ تھے جہاں جاتے جس شہر میں وارد ہوتے وہاں آپ بولتے جاتے اور لکھتے جاتے اور آپ کے زمانے ہی میں آپ کتابوں کی نقلیں لوگ کرنے لگے تھے چنانچہ شریف نعمت نے آپ کی ۲ سو بینتالیس (۲۴۵) کتابیں نقل کرائیں مگر افسوس ان کے علمی خزانوں میں سے اب صرف چند ہم لوگوں کے پاس موجود ہیں جو ان کے علم اور ان کی عظمت کی سچی دلیلیں ہیں اور ان میں سے بھی چند طبع ہوئی ہیں اور اکثر غیر مطبوعہ اور قلمی ہیں نجاشی و شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رجال میں، علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال میں۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں محدث نوری نے مستدرک میں طہرانی نے اپنی کتاب الذریعہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ایک سو ننانوے (۱۹۹) کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں قصص العلماء، تدوین حدیث میں علامہ سید علی نقی نے احسن الفوائد مترجمہ سید منظور حسین شاہ اور شارح مولانا محمد حسین ڈھکو نے آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تین سو کتابیں تحریر فرمائیں اور نہایت ضخیم کتابیں بھی ان میں شامل ہیں۔ رئیس المحدثین نے اپنی پوری زندگی کو اپنے قلم کے حوالہ کر دیا اور اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ جس کے پڑھنے کے لئے ایک آدمی کی عمر ناکافی ہے سمجھنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر آپ کی پوری زندگی کو آپ کے تحریری صفحات پر تقسیم کر دیا جائے تو تقریباً پچاس صفحے روزانہ کی اوسط کے حساب سے آپ نے تحریر فرمایا اور ہم یہ بات فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ مختلف علوم پر شاید ہی کسی فرقے کے

کسی عالم نے اتنی کتابیں لکھی ہوں گی، آپ کی ہر کتاب ضخیم و مبسوط ہے ہمیں اپنے ان اکابر و بزرگ علماء کا مرہون احسان ہونا چاہئیے بلکہ شکر گذار ہونا چاہئیے کہ انہوں نے اپنی زندگی اس نیک مقاصد میں ختم کر دی اور تحقیق و تحریر کا سلسلہ جاری رکھا اور ملک و بیرونی ملک کے گوشے گوشے میں علوم آل محمد پھیلایا۔

اور محمد وآل محمد کے فضائل میں احادیث جمع کیں اور ہمیں علم کی دولت عطا کی اور آج ہمارے پاس جو گراں قدر و بے بہا سرمایہ علمی ہے وہ انہیں بزرگ علماء کے آثار علمی ہیں اور بقول فاضل جلیل مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل دام مجدہ کے کہ انہوں (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) نے ہمیں علمی اعتبار سے ہمیں مفلس و نادار نہیں چھوڑا بلکہ اتنا سرمایہ جمع کر گئے کہ جن کو ہم اب تک طبع بھی نہیں کرا سکے۔ ترجمہ تو درکنار ہے مثال کے طور پر یہی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں کہ جنہوں نے تین سو کتابیں تصنیف کر دیں۔ یہ ہمارے ایک عالم کا کام ہے جو انتہائی معیاری اور بلند ہے۔" شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تین سو کتابیں تحریر کیں مگر افسوس کہ ان کی زندگی پر ایک بھی کتاب تحریر نہیں جا سکی ان ہی مختلف کتابوں میں شارحین اور مقدمہ لکھنے والوں نے ان کی زندگی، ان کے تبحر علمی اور ان کی تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے علاوہ ازیں نجاشی، مجالس المومنین، روضات الجنات، رجال طوسی، خلاصۃ الاقوال معالم العلماء، قصص العلماء میں کہیں کہیں آپ کا تذکرہ موجود ہے لیکن اسے آپ کی مکمل BIOGRAPHY نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ان تمام کتابوں سے ہی آپ کے تمام واقعات نکال کر ایک مکمل و مبسوط کتاب تحریر کر دی جائے تو نئی نسل کو آپ کے علم اور علمی آثار کا پتہ چل سکتا ہے لیکن بدقسمتی سے ابھی تک ہمارے علماء و ادباء کا ذہن شاید اس طرف نہیں گیا یا پھر انہوں نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کیا جس کی وجہ سے ہمارے ان بزرگ علماء کی شخصیتیں اور ان کے علمی آثار منظر عام پہ نہ آسکے اسے کاہلی فکری اور غیر ذمہ داری کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔ دنیا

کی مہذب و متمدن قومیں اپنے HEROES کی سوانح حیات کے سلسلے میں
بڑی ذمہ داری کا ثبوت دیتی ہیں مختلف اسکالرز مل کر بلکہ تحقیق و مطالعہ
اور چھان پھٹک کے بعد نہایت عرق ریزی و ژرف بینی سے ان کی سوانح
حیات مرتب کرتے ہیں اور اپنے ان اکابرین کو اپنی قوم کا گراں قدر سرمایہ قرار
دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں لیکن ہم جو محض ایک FORMAL شیعہ ہیں ہم نے اپنی
فکر کو محدود بلکہ کوتاہ کر لیا ہے اور علم جو کبھی اس قوم کا وصف امتیازی و طرہ
امتیاز ہوتا تھا شاید اب نہیں رہا مادیت مسابقت کی دوڑ میں ہم اپنے شاندار
ماضی کو بھی بھول گئے اور اپنے تاریخی ورثے اور تہذیبی سانچے کی بازیافت
سے غافل ہو گئے۔ ہماری یہ غفلت ہماری یہ تساہلی ہمارا یہ لاابالی پن ہمارے لئے
انتہائی مضر ہے بلکہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو بھی ان بزرگ علماء کے علمی آثار
سے محروم رکھ کر خدا و رسول کے بھی مجرم بن رہے ہیں بلکہ اپنے ضمیر کے بھی مجرم ہیں
ہماری اپنے منصب سے یہ غفلت خود اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف
ہے اس کی ذمہ داری ہر اس شخص پہ عاید ہوتی ہے جو خود کو دامن آل محمد سے
وابستہ کرتا ہے ان اکابر علماء کا کیا ذکر ہے خود ہمارا علم اب سرکار محمد و آل محمد
علیہم السلام کے بارے میں بھی محدود و مختصر ہوتا جا رہا ہے ہمارا سب سے
فعال اور اہم ادارہ مجالس اپنی افادیت کھوتی جا رہی ہیں اور رسموں کی حد
تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں اور ان مجالس سے خطاب کرنے والے قوم کو بہلاوے
اور ذہنی تعیش کے سوا کچھ نہیں دے رہے جبکہ ماضی میں اسی ادارہ یعنی مجالس سے
ہمیں سب کچھ ملتا تھا اور ہمارے ذہن کی علمی لحاظ سے مکمل آبیاری ہوتی تھی
بڑے بڑے علمی مسائل ہم نے اسی منبر سے سنے اور سمجھے ہیں لیکن اب دینداری
کے بجائے دنیا داری اور علم کے بجائے اداکاری، اور موضوع و مواد سے
زیادہ فنکاری پہ زور دیا جا رہا ہے یہ ایک ایسی نفی ہے جس کا
خمیازہ ہماری قوم کو بھگتنا پڑے گا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصنیفات

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ،
۲۔ علل الشرائع ۔
۳۔ کتاب دعائم الاسلام فی معرفۃ الحلال وحرام۔
۴۔ کتاب اثبات الوصیۃ لعلی علیہ السلام واثبات خلافت ۔
۵۔ کتاب اثبات النص علی الائمہ علیہم السلام ۔
۶۔ کتاب مدینۃ العلم ۔
۷۔ کتاب العوض عن المجالس۔
۸۔ کتاب ثواب الاعمال۔
۹۔ کتاب توحید والنبوۃ
۱۰۔ کتاب اثبات النص علیہ
۱۱۔ کتاب المعرفۃ فی فضل النبی وامیرالمومنین علیہ السلام والحسن والحسین علیہما السلام
۱۲۔ کتاب المقنع الفقہ ۔
۱۳۔ کتاب عقاب الاعمال۔
۱۴۔ کتاب الاوائل
۱۵۔ کتاب مناہی
۱۶۔ کتاب خلق الانسان
۱۷۔ کتاب الرسالۃ الثانیہ

۱۸۔ کتاب الرسالۃ فی ارکان الاسلام۔

۱۹۔ کتاب السواک

۲۰۔ کتاب فضائل الصلوٰۃ

۲۱۔ کتاب فضل المساجد

۲۲۔ کتاب فقہ الصلوٰۃ

۲۳۔ کتاب السہو

۲۴۔ کتاب نوادر الصلوٰۃ

۲۵۔ کتاب حق الحداد

۲۶۔ کتاب فضل المعروف

۲۷۔ کتاب فضل الصوم

۲۸۔ کتاب الاعتکاف

۲۹۔ کتاب جامع علل الحج

۳۰۔ کتاب جامع حج الانبیاء

۳۱۔ کتاب جامع فضل الکعبہ والحرم۔

۳۲۔ کتاب جامع الفرض الحج والعمرہ

۳۳۔ کتاب ادعیۃ الموقف

۳۴۔ کتاب المدینہ و زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمہ علیہم السلام۔

۳۵۔ کتاب جامع زیارات قبور الائمہ علیہم السلام

۳۶۔ کتاب الوصایا

۳۷۔ کتاب الصدقۃ والنحل والھبہ

۳۸۔ کتاب الحدود

۳۹۔ کتاب المعاش والمکاسب

۴۰ - كتاب العتق والتدبير والمكاتبه
۴۱ - كتاب اللقاء والسلام
۴۲ - كتاب اللعان
۴۳ - كتاب الاواخر
۴۴ - كتاب الفرق
۴۵ - كتاب الرسالة الاولى فى الغيبه
۴۶ - كتاب الرسالة الثالثه
۴۷ - كتاب المياه
۴۸ - كتاب الوضوء
۴۹ - كتاب الفرائض الصلواة
۵۰ - كتاب مواقيت الصلواة
۵۱ - كتاب الجمعه والجماعت
۵۲ - كتاب الصلواة سوى الخمس
۵۳ - كتاب الزكواة
۵۴ - كتاب الجزيه
۵۵ - كتاب فضل الصدقة
۵۶ - كتاب الفطر
۵۷ - كتاب جامع الحج
۵۸ - كتاب جامع تفسير المنزل فى الحج
۵۹ - كتاب جامع حج الائمه عليهم السلام
۶۰ - كتاب جامع آداب المسافر الحج
۶۱ - كتاب جامع فقه الحج
۶۲ - كتاب القربان

۶۳ ـ کتاب جامع نوادر الحج
۶۴ ـ کتاب النکاح
۶۵ ـ کتاب الوقف
۶۶ ـ کتاب السکنیٰ والعمری
۶۷ ـ کتاب الدیات
۶۸ ـ کتاب التجارت
۶۹ ـ کتاب القضاء والاحکام
۷۰ ـ کتاب صفات الشیعہ
۷۱ ـ کتاب الاستسقاء
۷۲ ـ کتاب فی زیارت موسیٰ و محمد علیہما السلام
۷۳ ـ کتاب فی تحریم الفقاع
۷۴ ـ کتاب الرجعۃ
۷۵ ـ کتاب معانی الاخبار (مشہور کتاب و مطبوع)
۷۶ ـ کتاب مصادقۃ الاخوان
۷۷ ـ کتاب فضائل العلویہ
۷۸ ـ کتاب السنۃ
۷۹ ـ کتاب فی زید بن علی
۸۰ ـ کتاب الابانۃ
۸۱ ـ کتاب الضیافۃ
۸۲ ـ کتاب علامات آخرالزمان
۸۳ ـ کتاب الرسالۃ فی شہر رمضان جواب رسالۃ وردت فی شہر رمضان
۸۴ ـ المصباح الثانی ذکر من روی عن النبی صلعم من النساء
۸۵ ـ المصباح الرابع ذکر من روی عن فاطمہ سلام اللہ علیہا

۸۶۔ المصباح السادس ذکر من روی عن ابی عبداللہ الحسین بن علی علیہ السلام
۸۷۔ المصباح الثامن ذکر من روی عن ابی جعفر محمد بن علی علیہ السلام
۸۸۔ المصباح العاشر ذکر من روی عن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
۸۹۔ المصباح الثانی عشر ذکر من روی عن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
۹۰۔ المصباح الرابع عشر ذکر من روی عن ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام
۹۱۔ کتاب المواعظ
۹۲۔ کتاب جامع الزیادۃ الرضا علیہ السلام
۹۳۔ کتاب المتعہ
۹۴۔ کتاب الشعر
۹۵۔ کتاب السلطان
۹۶۔ کتاب فضائل جعفر طیار
۹۷۔ کتاب الملاہی
۹۸۔ کتاب فی عبدالمطلب وعبداللہ وابی طالب
۹۹۔ کتاب الفوائد
۱۰۰۔ کتاب الہدایۃ
۱۰۱۔ کتاب التاریخ
۱۰۲۔ کتاب فضل الحسن والحسین علیہما السلام
۱۰۳۔ کتاب المصابیح الاول ذکر من روی عن النبی من الرجال
۱۰۴۔ المصباح الثالث ذکر من روی عن امیر المومنین علیہ السلام
۱۰۵۔ المصباح الخامس ذکر من روی عن ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام
۱۰۶۔ المصباح السابع ذکر من روی عن علی ابن الحسین علیہ السلام
۱۰۷۔ المصباح التاسع ذکر من روی عن ابی عبداللہ الصادق علیہ السلام

۱۰۸۔ المصباح الحادی عشر ذکر من روی عن ابی الحسن الرضا علیہ السّلام
۱۰۹۔ المصباح الثالث عشر ذکر من روی عن ابی الحسن علی بن محمد علیہ السّلام
۱۱۰۔ المصباح الخامس عشر ذکر الرجال الذین فی خرجت الیہم التوقیعات
۱۱۱۔ کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۱۱۲۔ کتاب الزہد
۱۱۳۔ کتاب زہد امیر المومنین علیہ السّلام
۱۱۴۔ کتاب زہد الحسن علیہ السّلام
۱۱۵۔ کتاب زہد علی بن الحسین علیہ السّلام
۱۱۶۔ کتاب زہد الصادق علیہ السّلام
۱۱۷۔ کتاب زہد الرضا علیہ السّلام
۱۱۸۔ کتاب زہد ابی الحسن علی بن محمد علیہ السّلام
۱۱۹۔ کتاب اوصاف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۱۲۰۔ کتاب الروضہ
۱۲۱۔ کتاب المحافل
۱۲۲۔ کتاب غریب الحدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامیر المومنین علیہ السّلام
۱۲۳۔ کتاب مختصر تفسیر القرآن
۱۲۴۔ کتاب اخبار ابی ذر و فضائلہ
۱۲۵۔ کتاب خذوا لنعل بالنعل
۱۲۶۔ کتاب جوابات المسائل الواردہ علیہ من واسط
۱۲۷۔ کتاب جوابات المسائل الواردہ من قزوین
۱۲۸۔ کتاب جابات المسائل وردت من بصرہ
۱۲۹۔ کتاب جوابات المسائل وردت علیہ من المدائن فی الطلاق۔

۱۳۰۔ کتاب فیہ ذکر من لقیہ من اصحاب الحدیث وعن کل واحد منھم حدیث

۱۳۱۔ ذکر مجلس آخر

۱۳۲۔ ذکر مجلس الرابع

۱۳۳۔ ذکر مجالس الثالث

۱۳۴۔ ذکر مجالس الخامس

۱۳۵۔ کتاب الحذاء والخف

۱۳۶۔ کتاب علل الوضو

۱۳۷۔ کتاب اللباس

۱۳۸۔ کتاب الخطاب

۱۳۹۔ کتاب الموالات

۱۴۰۔ کتاب مسائل الصلواۃ

۱۴۱۔ کتاب زہد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۴۲۔ کتاب زہد فاطمہ علیہا السلام

۱۴۳۔ کتاب زہد الحسین علیہ السلام

۱۴۴۔ کتاب زہد ابی جعفر علیہ السلام

۱۴۵۔ کتاب زہد ابی ابراہیم علیہ السلام

۱۴۶۔ کتاب زہد ابی جعفر الثانی علیہ السلام

۱۴۷۔ کتاب زہد ابی محمد الحسن بن علی علیہ السلام

۱۴۸۔ کتاب دلائل الائمہ علیہم السلام

۱۴۹۔ کتاب نوادر الفضائل

۱۵۰۔ کتاب امتحان المجالس

۱۵۱۔ کتاب الخصال

۱۵۳ - کتاب اخبار سلمان وزہدہ وفضائلہ
۱۵۴ - کتاب التقیہ
۱۵۵ - کتاب نوادر الطب
۱۵۶ - کتاب الطرائف
۱۵۷ - کتاب جوابات المسائل الواردہ من مصر
۱۵۸ - کتاب جوابات المسائل وردت عن الکوفہ
۱۵۹ - کتاب علل غیر مبوب
۱۶۰ - کتاب الخاتم
۱۶۱ - کتاب الشوریٰ
۱۶۲ - کتاب المسائل
۱۶۳ - کتاب فضل العلم
۱۶۴ - کتاب المسائل الوضو
۱۶۵ - کتاب مسائل الزکوٰۃ
۱۶۶ - ذکرا لمجلس الذی جری بین یدی رکن الدولہ
۱۶۷ - کتاب المسائل الخمس
۱۶۸ - کتاب مسائل المواریث
۱۶۹ - کتاب المسائل النکاح نحشر عشر کتابا
۱۷۰ - کتاب مسائل العقیقہ
۱۷۱ - کتاب المسائل الطلاق
۱۷۲ - کتاب مسائل حدود
۱۷۳ - کتاب اسرا المکتوم الی وقت المعلوم
۱۷۴ - کتاب الناسخ والمنسوخ
۱۷۵ - کتاب رسالہ ابی محمد انصاری فی شہر رمضان

۱۷۶۔ کتاب ابطال الاختیار و اثبات النص

۱۷۷۔ کتاب مولا امیر المومنین علیہ السّلام

۱۷۸۔ کتاب مولا فاطمہ علیہا السّلام

۱۷۹۔ کتاب تفسیر القرآن جامع کبیر

۱۸۰۔ کتاب تفسیر قصیدہ فی اہلبیت علیہم السّلام

۱۸۱۔ کتاب مسائل الوصایا

۱۸۲۔ کتاب مسائل الوقف

۱۸۳۔ کتاب المسائل الحج

۱۸۴۔ کتاب مسائل الرضا علیہ السّلام

۱۸۵۔ کتاب مسائل الدیات

۱۸۶۔ کتاب ابطال الغلو والتقصیر

۱۸۷۔ کتاب مختار ابی عبیدہ

۱۸۸۔ کتاب جواب مسئلہ نیشاپور

۱۸۹۔ کتاب رسالہ ثانیہ الی اہل بغداد فی معنی شہر رمضان

۱۹۰۔ کتاب المعرفت بالرجال البرقی

۱۹۱۔ کتاب مصباح المصلیٰ

۱۹۲۔ کتاب المحل

۱۹۳۔ کتاب اخبار عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تین سو کتابیں تحریر کی ہیں، مختلف کتابوں کے مطالعہ و تحقیق کے بعد صرف ۱۹۳ کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ جس طرح مسلک اہل سنت میں صحاح ستہ (حدیثوں پر مشتمل چھ کتابیں) صحیح البخاری، صحیح مسلم، ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی

اور سنن ابن داؤد کو اساسی حیثیت اہمیت حاصل ہے اسی طرح مکتب تشیع میں کتب اربع کو انتہائی اہمیت حاصل ہے کتب اربع یعنی (۱) اصول کافی (۲) من لا یحضرہ الفقیہ (۳) تہذیب (۴) استبصار یہی چاروں کتابیں ہمارے مذہب میں کتب اربع کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

"اصول کافی" میں حدیثوں کی تعداد سولہ ہزار ننانوے (۱۶۰۹۹) ہے

"من لا یحضرہ الفقیہ" میں نو ہزار چوالیس ہزار (۹۰۴۴) حدیثیں ہیں۔

"تہذیب" میں تین ہزار ترانوے (۳۰۹۳) بابوں پر مشتمل ہے جس میں تیرہ ہزار پانچ سو نوے (۱۳۵۹۰) حدیثیں ہیں اور

"استبصار میں نو سو بیس (۹۲۰) باب ہیں جس میں پانچ ہزار پانچ سو گیارہ (۵۵۱۱) حدیثیں ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے علاوہ من لا یحضرہ الفقیہ کے ۳۰۰ اور تصانیف خاص علم حدیث میں تھے جن میں سے ثواب الاعمال، عقاب الاعمال، مدینۃ العلم وغیرہ مشہور کتابیں ہیں جو متاخرین علماء میں مستند رہی ہیں لیکن کوئی ان میں سے وسعت و جامعیت کے اعتبار سے من لا یحضر کے درجہ تک نہ پہنچ سکی چوتھی صدی ہجری میں شیخ ابو الحسن محمد بن احمد بن داؤد قمی نے کتاب الممدوحین والمذمومین من الرواۃ لکھی اور شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی نے کتاب معرفۃ الرجال اور کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ ابوبکر حمانی نے کتاب الشیعہ من اصحاب الحدیث وطبقاتہم پر معروف و مشہور تصنیف تھی جب ہم صحاح ستہ کی حدیثوں کی تعداد دیکھتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ صحاح ستہ کی تمام حدیثوں سے زیادہ فقط اصول کافی میں حدیثیں موجود ہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں رئیس المحدثین نے نو ہزار چوالیس (۹۰۴۴) حدیثیں تحریر کی ہیں جبکہ صحاح ستہ کی سب سے مشہور و معتبر کتاب بخاری شریف میں حافظ ابن صلاح کی تحقیق کے مطابق صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے (۷۲۷۵) اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد چار ہزار ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق بخاری کی کل احادیث مسند بشمول مکررات سات ہزار تین سو نتانوے ہے اور جملہ معلقات کی تعداد ایک ہزار تین سو اکتالیس ہے اور جملہ متابعات کی تعداد تین سو چوالیس ہے اور کل میزان نو ہزار بیاسی ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس رہ جاتی ہے (علامہ طاہر بن صلاح الجزائری توجیہ صفحہ ۹۴) نیز امام بخاری کی جو احادیث اعلیٰ اسانید پر مشتمل ہیں وہ ثلاثیات ہیں اور ان کی تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد سولہ رہ جاتی ہے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "من لا یحضر" میں نو ہزار چوالیس احادیث جمع کی ہیں جو صحیح بخاری سے زیادہ ہیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور علماء و محدثین کی رائے

صاحب روضات

صاحب روضات لکھتے ہیں کہ ان کا علم و عدالت و فہم و نبالت و فقہ و جلالت و ثقہ و حسن حالت و کثرت تصنیف و جودۂ تالیف میں واضح تر ہے کہ محتاج بہ بیان ہو۔

ابو العباس احمد بن علی بن احمد نجاشی

نجاشی اپنی کتاب رجال کے صفحہ ۲۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن علی بن الحسن ابن موسیٰ بن بابویہ قمی ابوجعفر شہر رے میں وارد ہوئے یہ ہمارے شیخ ہمارے فقیہ ہیں اور خراسان میں فرقہ شیعہ کے رئیس و سردار تھے یہ بغداد کے اندر ۳۵۵ھ میں تشریف لائے حالانکہ وہ ابھی کم سن ہی تھے مگر یہاں کے اکثر شیوخ نے ان سے حدیث کا درس لیا اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پھر

آپ نے ان کی تصنیف کردہ ایک سو نوے (۱۹۰) سے کچھ زیادہ کتب و رسائل شمار کرائے اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان ہی نے اپنی کتابوں کے نام ہمیں بتائے اور انہوں نے اپنی بعض کتابوں کو میرے والد علی بن احمد بن عباس نجاشی کو پڑھ کر سنایا مرحوم کا انتقال رکے اندر ۴۱۳ھ میں ہوا۔

شیخ محمد بن الحسن بن علی طوسی

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رجال میں تحریر کیا کہ آپ ایک جلیل القدر حافظ تھے فقہ و اخبار و رجال پر بڑی نظر رکھتے تھے ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن کا ذکر میں نے کتاب الفہرست میں کیا ہے۔ آپ نے کتاب الفہرست میں تحریر فرمایا کہ آپ ایک جلیل القدر عالم تھے احادیث کے حافظ تھے رجال پر بہت نظر رکھتے تھے اخبارات و واقعات کے ناقد تھے۔ قم کے علماء کے اندر حفظ احادیث میں ان کا کوئی مثل نظر نہیں آتا ان کی تقریباً تین سو کتابیں تصنیف کردہ ہیں اور ان کی کتابوں کی فہرست بہت معروف ہے پھر آپ نے ان کی تقریباً چالیس کتابیں شمار کرانے کے بعد کہا اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں جن کے نام مجھے یاد نہیں ان کی تمام کتابوں کے نام ہمارے اصحاب میں کچھ لوگوں نے ہمیں بتائے جن میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن النعمان (یعنی شیخ مفید علیہ الرحمہ) اور ابو عبداللہ بن حسین عبیداللہ اور ابوالحسین جعفر بن حسن ابن حسکہ قمی و ابو ذکریا محمد بن سلیمان حمدانی رضی اللہ عنہم ہیں۔

maablib.org

شیخ حسن بن یوسف بن علی مطہر حلیؒ

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال جلد اول میں ان کے متعلق وہی لکھا ہے جو نجاشی اور شیخ طوسی نے تحریر فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی تقریباً تین سو تصنیفات ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر ہم نے اپنی کتاب کبیر میں کر دیا ہے آپ نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی اور علامہ سید بحر العلوم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فوائد رجالیہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ مشائخ شیعہ میں سے ایک شیخ اور ارکان شریعت میں سے ایک رکن تھے۔ رئیس المحدثین تھے اور آئمہ طاہرینؑ سے جس قدر روائتیں کی ہیں ان میں صدوق رحمہ اللہ سے زیادہ راست گو تھے آپ امام عصر کی دعا کی برکت سے پیدا ہوئے اور یہ فضل و شرف و افتخار ان کو اس وجہ سے حاصل ہوا۔ امام عصر عجل اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنی توقیع میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ فقیہ اور مبارک ہوں ان سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے گا۔ اس لئے ساری دنیا پہ آپ کے علم کی برکت چھا گئی اور ہر خاص و عام نے ان سے نفع حاصل کیا آپ کی تصانیف مدت تک باقی رہیں گی اور ان کی فقہ و حدیث سے فقہا اور وہ عوام جن کے پاس کوئی مرد فقیہ نہ ہو منتفع ہوں گے۔

اس کے بعد آپ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ولادت کے متعلق روایات کو نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ روایات صدوق کے عظیم المرتبت ہونے کی دلیل ہے ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے اوصاف بیان کر دینا امام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور امام کا ان کے متعلق یہ فرمانا کہ وہ فقیہہ با برکت ہوگا لوگوں کو بہت نفع پہنچائے گا یہ شیخ صدوق کی عدالت اور وثاقت کی دلیل ہے اس لئے کہ ان کی روایت اور

ان کے فتویٰ سے لوگ مستفیض ہوں گے تو فتویٰ وغیرہ بغیر عدالت کے ممکن نہیں اس میں عدالت کی شرط ہے اور امام کی طرف سے ان کی توثیق ان کی وثاقت کی بھی بہت بڑی دلیل ہے۔ نیز ہمارے بعض علمائے کرام نے تو ان کی وثاقت پر نص کردی ہے جیسے الثقۃ الفاضل محمد بن ادریس حلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السرائر وا لمسائل میں اور سید الثقۃ الجلیل علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فلاح السائل و نجاح الامل" میں اور کتاب "النجوم وکتاب الاقبال"، وکتاب غیاث سلطان الوریٰ لسکان الثریٰ میں اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المختلف والمنتقی میں شہید نے" نکت الارشاد وکتاب الذکری"، میں ان کی وثاقت کی نص کردی ہے۔ اور پھر آپ نے علمائے متاخرین میں سے چند کے نام بتائے ہیں جنہوں نے ان کی وثاقت کی تصریح کر دی ہے اور بہر حال شیخ صدوق کی وثاقت واضح اور روشن ہے بلکہ معلوم ہے اور ضروری ہے کہ جس طرح حضرت ابوذرؓ اور حضرت سلمانؓ فارسی کی وثاقت واضح اور روشن ہے اور اگر یہ کچھ بھی نہ ہو تو علماء کے درمیان ان کا لقب صدوق مشہور ہونا ہی ان کی وثاقت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

علامہ شیخ عبداللہ مامقانی

علامہ ثقۃ حجۃ الاسلام شیخ عبداللہ مامقانی علیہ الرحمہ تنقیح المقال جلد ۲ ص ۱۸۳ میں ان کے وہی حالات تحریر کئے ہیں جو نجاشی و شیخ طوسی و علامہ حلی وغیرہ نے تحریر کئے ہیں اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی وثاقت میں تامل کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آفتاب رخشندہ کی روشنی میں تامل کرے اور وہ تامل اس قابل نہیں کہ کتابوں میں درج کیا جائے اور ان کی وثاقت کو کیونکر نہ تسلیم کر لیا جائے جبکہ حضرت حجۃ المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف نے اس امر کی خبر دے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ذات سے نفع پہنچائے اس لیے ان کو موثق اور عادل ماننا ضروری ہے کیوں کہ ان سے انتفاع ان کی روایات ان کے فتوئی ہی سے ہوگا اور یہ بغیر عدالت کے پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

maablib.org

علامہ محمد باقر مجلسی

علامہ محمد باقر مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اس کی توثیق کی ہے ابن طاؤس نے صریحاً کتاب النجوم میں بلکہ توثیق کی ہے، جمیع اصحاب نے جب کہ حکم دیا انہوں نے صحت کا آپ کے جمیع اخبار اور ان کی کتاب کی صحت کا جو بلاشبہ و بلا تامل صحیح اور ثقہ ہے بلکہ وہ رکن ہیں ارکان دین سے خدا انہیں جزائے خیر دے وہ اسلام و مسلمین میں سے تھے اور ان کے بھائی حسین بن علی بن بابویہ بھی ثقہ تھے۔ علامہ مجلسی نے منتہی المقال میں فرمایا کہ ابن طاؤس نے بھی ان کی توثیق کی ہے اور ظاہر کلام امام علیہ السلام توقیع میں بھی ان دونوں بھائیوں کی توثیق کی ہے اگر وہ ثقہ نہ ہوتے تو معصوم ان کی کبھی توصیف و تصدیق کی۔ وہ بزرگوار کنیت ابو جعفر تھے جو جلیل و حافظ احادیث تھے بصیر بہ رجال و ناقد اخبار تھے۔ قمیین میں ان کی کوئی مثال نہ تھی اور حفظ و کثرت علم میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا انہوں نے قریب تین کتابیں تصنیف کی ہیں۔

مولانا محمد تقی مجلسی رضی اللہ نے نجاشی کے حوالہ تحریر کیا ہے کہ لوامع شرح من لا یحضر کے آغاز کتاب میں کہ وہ اخبار جو ان چار کتابوں میں ہے انہیں ہمارے شیخ عظیم الشان کتب معتبرہ سے نقل کیا ہے جسے ہمارے علماء نے واثق قرار دیا ہے اور شیخ صدوق نے حدیث غیر صحیح کو اپنی کتابوں میں نقل نہیں کیا ہے اور قدماء کے نزدیک ان کی صحت کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے ذریعے سے علم پہنچا ہے۔ لہٰذا سند کو مقید نہیں کیا جا سکتا اور میرا مشاہدہ ہے کہ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے مرسل روایت کی ہے جبکہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے صحیح روایت کی ہے اور کتاب تہذیب و استبصار

میں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی اخبار کو کتب معتمدہ سے روایت کی ہے اور ہمارے تدبار کا مدار کتابوں پر تھا۔ لوگوں نے چند ہزار کتب سے چار سو کتابوں پر اعتماد کیا اور کتابوں پر اجماع عمل واقع ہوا اور فضلائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے اکثر یہ جملہ نقل کیا ہے۔ ان کتب اربعہ میں انہیں چار سو اصل سے نقل کیا ہے پھر شرح میں اس فقرہ کی جہاں شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں ولم اقصد قصد المصنفین فی ایراد جمیع ما رووہ بل قصدت الی ایراد ما افتی بہ واحکم بصحتہ واعتقد فیہ انہ حجۃ بینی و بین ربی، تحریر فرماتے ہیں کہ جو یہ فرمایا ہے کہ حکم صحت جمیع ان احادیث کا کرتا ہوں موافق اصلاح متقدمین سے تا اینکہ فرمایا اور ایک گروہ متاخرین اصحاب رحم اللہ نے بواسطہ عدم تتبع اس معنی کو نہیں پایا اور بہت سے اخبار کے ضعیف ہونے کے بارے میں فرمایا اس کے باوجود کہ محمد بن یعقوب کلینی نے دیباچہ کافی میں اس کا ذکر ہے کہ اخبار کافی آثار صحیحہ ہیں، ابن بابویہ نے ان اخبار کی صحت کے بارے میں فرمایا ہے اور ہم خبر رکھتے ہیں کہ وہ صحت جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ راوی ثقہ و معتمد ہو اور کبھی اخبار سے ظن بھی ہم نہیں پہنچتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے معصوم سے سنا ہے لہٰذا اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا اکثر فضلا ان کے طریقے سے مانوس ہونے میں موجب تنفر ان کا نہ اس کے باوجود کے معارضۂ احادیث کے وقت ترجیح یا صحت فائدہ رکھتی ہے اور اسی لئے شیخ الطائفہ نے لکھا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اس مرتبہ نقد رجال حدیث کیا ہے۔ جس خبر کو کلینی نے مرسل روایت کیا ہے اس خبر کو شیخ طوسی نے با اسناد صحیحہ متکثرہ اپنی کتاب میں روایت کی ہے اور فرمایا کہ شیخ صدوقؒ نے آخر میں اس کتاب کی فہرست کتب کا ذکر کیا ہے اور تین چار کم چار سو شخصوں سے روایت کی ہے ممکن ہے کہ ان کتابوں سے مرسلاً حدیث نقل کی ہے اصل کتابیں جن کا ذکر فہرست میں نہیں ہے بندہ نے ان کی سند کتابہائے صدوق و کلینی سے

ذکر کیا ہے اور اس طرح بہت سے اخبار کو مرسل روایت کیا ہے لیکن سند کا ذکر نہیں کیا تھا۔

اور بعنوان فتوئی ذکر کیا تھا لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور کلینی علیہ الرحمہ اور کلینی علیہ الرحمہ کی اکثر کتابوں سے سند پائی ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ سند نہ پائی ہو اس کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی لیکن چونکہ مجھے یقین تھا کہ شیخ صدوق ثقہ ہیں اور اکثر علمائے سلف نے قول شیخ صدوق کو نص قرار دیا ہے اور چونکہ وہ ارباب نص سے ہیں اور اجتہاد غیر نص کو جائز نہیں سمجھتے اور اگر کہیں سہو ہوا ہے اور اور اجتہاد میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو علما نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار کی جلد چہارم باب آخر نا در فیما بین الصدوق عن مذھب الامامیہ میں تحریر فرمائے عنقریب وہ مخالف آئے گا جو بزرگوں کے عقائد اور بسط قول سے انکار کرے گا لیکن انشاء اللہ ہم ان بزرگان قدماء و تابعین، آثار ائمہ نجبا سے اقوال پیش کریں گے جو رادیوں کی اور خواہشہائے نفسانی کی پیروی نہیں کرتے۔

علامہ طبا طبائی کی رائے

علامہ طبا طبائی رحمہ اللہ سے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی عدالت پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان کے اقوال کے نقل نیز ان کی کتابوں خصوصًا من لایحضرہ الفقیہ کی توثیق پر تمام اصحاب فقہ کا اجماع ہے اس کے علاوہ علامہ طبا طبائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے کتاب رجال میں دو باتیں تحریر کی ہیں ایک یہ کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ۳۵۵ھ میں وارد بغداد ہوئے مگر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ صدوق علیہ الرحمہ دو مرتبہ بغداد تشریف لائے اور نجاشی نے محض دوسری مرتبہ کے ورود کا تذکرہ کیا ہے پہلا مرتبہ تو آپ اس وقت تشریف لائے جب آپ ۳۵۲ھ میں نیشاپور سے عراق منتقل ہوئے جیسا کہ ان کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے

چنانچہ ان کی کتاب عیون اخبار الرضا میں ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن بن ثابت رواہینی نے مدینۃ السلام یعنی بغداد کے اندر ۳۵۲ھ میں اور اس سال میں ان کا نیشاپور سے بغداد تشریف لانا ان کی کتاب کے مختلف ابواب سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں "بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن عبدوس نے نیشاپور کے اندر شعبان ۳۵۲ھ میں اس سے پتہ چلتا ہے کہ نجاشی نے جو تاریخ ورود بغداد بیان کی ہے وہ دوسری مرتبہ ورود کی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پہلا ورود بغداد، کوفہ کے ورود سے پہلے ہے چنانچہ عیون الاخبار کے گیارھویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن بکران النقاش سے کوفہ کے اندر ۳۵۴ھ میں سنا۔ بہرحال ان دونوں تاریخوں میں فرق اس طرح دور ہوسکتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۳۵۲ھ کے آخر میں نیشاپور سے بغداد آئے پھر کوفہ منتقل ہوگئے اور ۳۵۳ھ میں کوفہ کے اندر رہے پھر ۳۵۵ھ میں بغداد منتقل ہوگئے۔

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ کمسن تھے مگر ان سے بڑے بڑے شیوخ نے احادیث سنیں مگر ۳۵۵ھ میں آپ کا ورود یہ بتاتا ہے کہ اس وقت آپ کا سن چالیس برس سے کچھ زیادہ تھا لہٰذا اس سن میں ان کو کمسن نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس سے یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ آپ بزرگ علماء و شیوخ کے مقابلے میں کم سن تھے لیکن پھر بھی بزرگ علماء آپ سے احادیث سنتے تھے۔

maablib.org

حیات شیخ صدوق پر ایک نظر

مشاہیر حدیث و شیوخ و اکابر و علما و فقہا میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی شخصیت سورج کی طرح روشن اور چاند کی طرح ضوفشاں ہے ان کا سوانحی پس منظر تابناک، وطن اور گھرانا نامور ہے، آپ امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمر، اپنے ہم عصر علما اور محدثین کے لئے قابل فخر لائق رشک تھے آپ کے اساتذہ کو آپ پر فخر اور آپ کے تلامذہ کو آپ پہ ناز تھا آسمان علم حدیث پہ آپ کا سورج محمد بن یعقوب کلینی کے بعد طلوع ہوا اور افق علم حدیث پر تقریباً چونتر سال منور رہا۔ آپ کے والد ماجد ابوالحسن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قم کے وجیہہ و ممتاز شہری اور مشہور و با اثر عالم تھے۔

ولادت و سلسلہ نسب

علامہ شیخ اجل رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی المعروف بہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ۳۰۶ھ مطابق ۹۱۸ء میں علما و مجتہدین کے شہر قم ایران میں پیدا ہوئے۔ شیخ صدوق کے والد علی بن حسین بن بابویہ قمی اپنے وقت کے معروف عالم باعمل اور ایک مقدس و متقی، صالح اور عابد و زاہد بزرگ تھے جن گیارھویں امام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد تھے۔ اور تیسری اور چوتھی صدی کے علما و محدثین نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے،

علامہ شیخ صدوق میں راست بازی کا جوہر اتنا نمایاں ہوا کہ لوگ "صدوق" (بہت بڑا سچا) کہنے لگے، علم و عمل فقہ و حدیث میں اتنی مہارت و عظمت پائی کہ لوگ آپ کے فتووں کو حدیث کا درجہ دیتے تھے۔

ابتدائی حالات

آپ کے والد حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے جناب ابوالقاسم حسین بن روح رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وساطت سے حضرت امام زمانہ علیہ السلام سے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی تھی لہٰذا آپ امام زمانہ علیہ السلام کی دعا سے دنیا میں تشریف لائے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی بعدہٗ عرب و عجم کے ممتاز علماء و محدثین سے اکتساب فیض کیا۔ آپ نے تقریباً بیس سال سے زیادہ اپنے والد ماجد کا زمانہ پایا اور جوانی ہی میں اپنے علم اور دینداری زہد و ورع اور تقدس و تقوہ کی وجہ سے معروف و متعارف ہوئے تمام دیار و امصار کے اکثر شیعہ آپ کے پاس آتے اور شرعی احکام حاصل کرتے۔

اساتذہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے متعدد مشائخ و اساتذہ فقہ حدیث سے شرف تلمذ حاصل رہا اور ان سے احادیث کی روایت کی جن کے اسمائے گرامی پچھلے صفحات میں درج کئے جا چکے ہیں۔

تلامذہ

اور جن لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور آپ سے

روائتیں لیں وہ مشائخ کی ایک جماعت اور اسی مضمون میں کچھ تلامذہ کے نام بھی موجود ہیں۔

تعداد تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد لگ بھگ تین سو (۳۰۰) ہے جس میں سے تقریباً ایک سو ترانوے (۱۹۳) کے نام اس کتاب میں موجود ہیں اور ان میں چند کتابوں کا ترجمہ اردو زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ مثلاً خصال جامع الاخبار، علل الشرائع وغیرہ۔

آپ کی تالیف کے متعلق ہم فہرس ابن ندیم میں یہ عبارت پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کتاب کے ایک جلد کی پشت پر ان کے فرزند محمد بن علی کے ہاتھ کی لکھی یہ تحریر پڑھی کہ میں نے فلاں بن فلاں کو اپنے والد بزرگوار کی کتابوں کے لئے اجازت دی وہ دو سو کتابیں ہیں اور اپنی کتابوں کو جو اٹھارہ ہیں" آپ نے جیسا کہ دیکھ لیا کہ وہ دو سو کتابیں ہیں مگر ندیم نے ان کتابوں کے نام تحریر نہیں کئے اور نجاشی اور شیخ طوسی نے اپنی فہرست میں تقریباً بیس کتابوں کے نام لکھے ہیں اور افسوس ہے کہ ان کی بہت کتابیں ضائع ہو گئیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ہم لوگوں کو نہیں ملی شریف نعمت نے آپ کی ۵۴۲ کتابوں کی نقل تیار کی علامہ حلی علیہ الرحمہ نے خلاصۃ الاقوال میں ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں محدث نوری نے مستدرک اور طہرانی نے اپنی کتاب الذریعہ میں آپ کی ۱۹۹ ایک سو ننانوے کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

زیارت حرمین و مقامات مقدسہ

آپ نے سنہ ۳۵۲ھ اور ۳۶۷ھ میں دو بار حضرت امام رضا علیہ السلام زیارت کے لئے مقام مقدسہ تشریف لے گئے آپ نے دو بار سنہ ۳۵۴ھ اور ۳۵۵ھ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ۳۵۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور حج کی سعادت کے علاوہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قبور آئمہ الطاہرین کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ذہانت و حافظہ

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ بے حد ذہین و باصلاحیت، اور بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے جب ہم آپ کے قوت حفظ کے متعلق مختلف سیر کتب میں پڑھتے ہیں تو ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ آپ میں ذہانت و ذکاوت خداداد تھی آپ کے ایک معاصر محمد بن علی اسود آپ کو دیکھ کر کہا کرتے تھے آخر تمہارے حافظے ایسے کیوں نہ ہوں کہ دعائے امامؑ سے فیض پایا۔ جناب ابو عبداللہ حسین بن علی کا بیان ہے کہ عقدت المجلس و لی دون العشرین :۔ انہوں نے بیس برس کی عمر سے پہلے حلقہ درس قائم کر لیا تھا۔ آپ جہاں جہاں تشریف لے جاتے لوگوں سے احادیث بیان فرماتے۔ آپ کو تقریباً بیس ہزار مرفوع، موقوف، مرسل صحیح، حسن، غریب، عزیز، مشہور اور متواتر احادیث زبانی یاد تھیں۔

علاوہ ازیں نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ، قرآن حکیم اور فضائل آل محمد علیہ السلام کا بہت بڑا ذخیرہ آپ کے حافظے میں محفوظ تھا۔ آپ کی قوت فہم، قوت ادراک، قوت شعور اور قوت حافظہ کا جواب نہ تھا اور نہ ہی اس دور میں آپ کی مثال ونظیر تھا۔ آپ بے حد ذہین، بیدار مغز، حاضر جواب، نکتہ رس، نکتہ سنج تھے آپ کی عظمت و ذہانت، شعور و صلاحیت وحافظے کا اعتراف علامہ ابن شہر آشوب، نجاشی، شیخ طوسی، علامہ حلی، شیخ مفید محدث نوری، علامہ مامقانی، علامہ طباطبائی کے علاوہ تیسری صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی کے علماء و محدثین نے بھی کیا ہے اور جیسے جیسے علم حدیث پر تحقیقی کام آگے بڑھے گا، علم حدیث کے جاننے والے شیخ صدوق کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے جائیں گے، قطعی غیر جانبدار اہل علم محدثین اس امر کے معترف ہیں کہ شیخ صدوق نے احادیث پیش کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا اور احادیث صحیحہ پیش کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور تا حدِ امکانی روایت کی صحت کا خیال رکھا اور مستند و ثقہ ترین راوی لیئے ہیں۔

نجی حالات

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد ماجد ابوالحسن علی بن حسین بن موسٰے بن بابویہ قم کی معروف و ممتاز شخصیت اور مالدار تاجر تھے آپ سامان تجارت، سمرقند بخارا، بغداد، شام، دیلم، کوفہ، نیشاپور اور عجم اور عرب کے مختلف علاقوں میں جاتا تھا (تاریخ تدوین حدیث ص۹۴ تا ص۹۹)

سادگی وانکساری

رئیس المحدثین علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ مزاج کے اعتبار سے بہت سادہ تھے، آپ کا طرز زندگی بھی بہت سادہ تھا ایک تاجر باپ کے نازوں کے پلے اور منت مراد سے حاصل ہونے والے بیٹے ہونے کے باوجود آپ بہت معمولی زندگی بسر کرتے تھے، لباس سادہ، کم قیمت لیکن صاف و پاک ہوتا تھا خوراک انتہائی سادہ، لیکن اس کے ساتھ آپ انتہائی جفاکش بھی تھے، تجارت بھی کرتے تھے اور حصول علم بھی، استماع حدیث بھی کرتے تھے اور درس و تدریس بھی فرماتے تھے احادیث کی جمع آوری کے لئے شہر شہر اور ملک ملک کا سفر بھی فرماتے تھے اور دوران سفر احادیث بیان فرماتے، مطالعہ کرتے، تصنیف فرماتے اور درس بھی دیتے تھے۔

عبادت وریاضت

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ بڑے عابد و زاہد و متقی پرہیزگار انسان تھے، بے حد عبادت گزار، عابد شب زندہ دار اور نماز شب کے انتہائی پابند تھے آپ کے والد ماجد ابو الحسن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ نے آپ کو نماز شب کی وصیت کی تھی اور انہیں تاکید کی تھی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے بھی نہ صرف آپ بلکہ آپ کا پورا خانوادہ انتہائی نمازی و پرہیز گاری، صاحب تقویٰ و طہارت تھا۔ آپ کے والد ماجد بھی عابد شب زندہ دار اور عالم باعمل تھے اور آپ کے بھائی

جناب حسن رحمہ اللہ بھی ایک محدث وحافظ، مرد فاضل ومتقی انسان تھے اور اس طرح آپ کے بھائی حسین رحمہ اللہ انتہائی عابد وزاہد انسان تھے اور وقت کا بیشتر حصہ عبادت میں بسر کرتے تھے۔

اخلاق حسنہ

رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ انتہائی نیک نفس، خلیق، منکر المزاج، شریف النفس، بردبار، نیک سیرت انسان تھے آپ ایک انسان مشرب اور خداترس انسان تھے، ہمیشہ سب سے اخلاق سے پیش آتے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، دوسروں کے کام آتے، لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھتے، کسی کا دل نہ دکھاتے ہمیشہ عدل و اعتدال کو پیش نظر رکھتے لوگوں سے نیکی اور صلہ رحمی فرماتے تھے۔ اور خلق عظیم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ الطاہرین علیہ السلام کے پاکیزہ کردار اور اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ تھے اور اپنے کردار سے محمد و آلِ محمد علیہ السلام کے کردار کی عملی تطبیق فرماتے تھے۔ آپ اپنے ملازموں، غلاموں، کنیزں، ہمسائیوں، شاگردوں، ملنے والوں، ضرورت مندوں، دوستوں، ہمسفروں سب سے بڑے اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ہر ایک کی دلجوئی فرماتے، ہر ایک کا خیال رکھتے، اور ہر ایک کی ضرورت میں اس کے کام آتے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا فقہی مسلک

رئیس المحدثین علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا مذہب اسلام اور

مسلک بارہ امامی شیعہ اثنا عشری اور فقہ جعفری تھا آپ کا مسلک فقہی کسی سے پوشیدہ نہ تھا آپ کا شمار مکتب تشیع کے اکابر علماء کرام میں ہوتا ہے اور آپ کی کتاب من لایحضرہ الفقیہ کا شمار شیعہ مذہب کی کتب اربعہ میں ہوتا ہے اس کتاب کی وثاقت کی تصدیق بڑے بڑے علماء و محدثین نے کی ہے اور امام زمانہ حضرت محمد مہدی آخر الزمان تمام آل محمد علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے ان کے وجود کو باعث خیر و برکت اور بہت زیادہ نفع پہنچانے والا قرار دیا ہے آپ مکتب تشیع کے لئے باعث افتخار، اور علم حدیث کا وقار ہیں۔

حالات و واقعات شیخ صدوق علیہ الرحمہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے اپنی ایک تصنیف کمال الدین لکھنے کا آغاز تو اس کی ایک وجہ تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ جب میں زیارت امام علی رضا علیہ السلام سے مشرف ہو کر مشہد مقدس سے نیشاپور آیا اور چند روز نیشاپور میں قیام کیا تو میں نے دیکھا کہ اہلیان نیشاپور امر غیبت صاحب الزمان علیہ السلام میں ردّ و قدح کا شکار ہیں اور کمال متحیر ہیں۔ لہٰذا میں نے ان کی ہدایت و ارشاد میں اخبار آئمہ اطہار سے تاحدِ بصیرت کوشش کر رہا تھا کہ ایک شخص بزرگوار جن کی ملاقات کا مجھے بے حد اشتیاق تھا اور جن کی زیارت کا میں کمال مشتاق تھا بخارا سے تشریف لائے اور نام ان کا شیخ نجم الدین ابو سعید محمد بن الحسن بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی تھا ادام اللہ توفیقہ ورضی اللہ عنہ اور میں نے ان کی ملاقات

رشکر خدا کیا پس ایک دن وہ باتیں کرتے تھے کہ اثنائے کلام
میں ایک شخص نے غیبت حضرت قائم آلِ محمد علیہ السلام کا ذکر چھیڑ
دیا اور طول غیبت کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔ آپ کی اس شخص سے
بخارا میں بھی ملاقات ہو چکی تھی اور اس کا شمار بخارا کے اہل علم صاحب
کبار اور منطق و فلسفہ دانوں میں ہوتا تھا۔ میں نے حضرت قائم آلِ محمد
علیہ السلام کی غیبت کے سلسلے میں چند دلائل و اخبار ان کی خدمت
میں بیان کئے جن کو سن کر انہیں اطمینان قلب ہوا۔ پھر مجھ سے انہوں
نے فرمائش کی کہ میں اس موضوع پر ایک کتاب لکھوں میں نے موصوف
سے وعدہ کر لیا۔ نیشاپور سے جب میں اپنے وطن ثانی شہر رَے
اپنے گھر پہنچوں گا تو اس موضوع پر کتاب لکھوں گا۔ پس ایک شب کو
اپنے اہل و اولاد کو دل میں یاد کر رہا تھا کہ خواب نے مجھ پر غلبہ کیا
اور مجھے نیند آگئی اب میں خواب میں یہ دیکھتا ہوں کہ گویا میں مکہ
میں خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں اور دوران طواف حجر اسود کا
بوسہ لے رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ میں نے اپنی امانت ادا کی کہ
ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا قائم آل محمد صاحب الزمان صلوٰۃ
اللہ علیہ و آلہ سامنے کھڑے ہیں دروازہ خانہ کعبہ پر میں حضرت کے
قریب آگیا حالت انتشار و فکر میں پس حضرت نے میرے اس انتشار
و فکر کو بھانپ لیا۔ میں نے سلام عرض کیا حضرت نے جواب سلام دیا پھر فرمایا کہ تم
نے میری غیبت پر کتاب تحریر کیوں نہیں کی ہے میں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ میں نے
غیبت کے متعلق بہت سی چیزیں لکھی ہیں امام نے فرمایا میں تجھے اس طریقے سے
تحریر کا حکم نہیں دیتا بلکہ تو غیبت پر ایک کتاب اس طرح تصنیف
کر کہ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی غیبت کا تذکرہ کر یہ کہہ کر

حضرت قائم آل محمد علیہ السلام رخصت ہوئے اور میں اس خوف میں روتا رہا اور جب بیدار ہوا اور طلوع فجر تک یہی کیفیت رہی جب صبح ہوئی تو میں نے اس تالیف کا آغاز کیا اس کتاب سے بامتثال امر ولی خدا اور اس کی حجت کے متوکلاً علی اللہ کیا۔ صاحب لؤلؤۃ البحرین وغیرہ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ سے کسی نے ابن بابویہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے ابن بابویہ کی تعریف و توصیف بیان کی اور ان کی توثیق کی۔ ان سے کسی نے یہ بھی پوچھا تھا کہ صدوق محمد بن بابویہ افضل ہیں یا حضرت زکریا ابن آدم تو شیخ بہائی نے فرمایا تھا کہ حضرت زکریا ابن آدم افضل ہیں اس لئے کہ ان کی مدح میں اخبار متواترہ وارد ہیں جناب شیخ بہائی فرماتے ہیں کہ میں اس واقع کے بعد جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ پر عتاب فرما کر کہتے ہیں کہ کہاں سے تجھے فضیلت زکریا ابن آدم مجھ پر ظاہر ہوئی یہ کہہ کر اپنا رخ مجھ سے پھیر لیا۔ مؤلف کہتا ہے کہ زکریا بن آدم اصحاب کبار حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ہیں اور منتہی المقال میں بہت سے فضائل ان کے بارے میں بیان کئے گئے ہیں منجملہ اس بات کے کہ انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنے لوگوں سے جدا ہونا چاہتا ہوں کہ ان میں سفہا بہت ہو گئے ہیں فرمایا حضرت نے کہ ایسا نہ کر کیوں کہ تیری وجہ سے تیرے اہل بیت سے بلا رد ہوتی ہے جس طرح اہل بغداد سے میرے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وجہ سے بلا دفع ہوتی ہے اور فرمایا کہ وہ مامون ہیں بر دین و دنیا پر۔ علی بن مسیب

ہمدانی نے پوچھا حضرت سے کہ میں آپ سے بہت دور رہوں اور ہر وقت خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتا تو اپنے معالم دین کو کس سے اخذ کروں فرمایا زکریا بن آدم سے جو مامون ہے دین و دنیا پر، علی بن مسیب ہمدانی کہتے ہیں کہ ایک سال حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حج فرمایا، اثنائے سفر میں ایک محمل میں خود حضرت تھے اور دوسرے پر زکریا بن آدم تھے۔

رئیس محدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا شمار علماء شیعہ کے ان پانچ مقدس ترین علماء میں ہوتا ہے جن کا ذکر جزیرہ خضراء میں تھا جزیرہ خضراء مقدس مقام ہے جہاں حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے فرزندان قیام پذیر تھے۔ نجم الثاقب میں محدث جلیل مولانا محمد حسین نوری نے نقل فرماتے ہیں کہ جزیرہ خضراء جناب صاحب الزمان علیہ السلام کا ہے۔ شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جزیرہ خضراء میں پانچ علماء کا تذکرہ رہتا ہے۔

(۱) سید مرتضیٰ موسوی علیہ الرحمہ (۲) شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ (۳) محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ (۴) شیخ صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمہ اور (۵) شیخ ابوالقاسم جعفر بن اسماعیل حلی یعنی محقق علیہ الرحمہ۔

واضح ہو کہ محقق حلی کے والد کا نام حسن ہے اور وہ پسر یحییٰ بن سعید ہذلی حلی ہیں اور یہاں نام میں کوئی اشتباہ ہوا ہے یا اسمٰعیل نام کسی شیخ جلیل کا ہو جو ان کے اجداد سے ہو اور ان کو ان کے جد کی طرف نسبت دی ہو۔

صاحب روضات لکھتے ہیں کہ منجملہ کرامات شیخ صدوقؒ کے جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئی یہ ہے کہ اور بہت سے لوگوں نے اس واقعہ کا

چشم دید مشاہدہ کیا کہ ان کی قبر شریف میں جو شہر کے ایک دور افتادہ اور ویران علاقے میں رے کے اندر تھی بارش کی وجہ سے اس میں ایک سوراخ پیدا ہوگیا۔ لہٰذا لوگوں نے اس کی مرمت اور درست کرنے کا ارادہ کیا اور اس سرداب تک پہنچے جس میں آپ دفن تھے جب لوگ اس میں داخل ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ جناب کا بدن شریف سخت اور برہنہ تھے مگر عورزمین پوشیدہ تھے اور بدن و جسم خوبصورت تھا اور ناخنوں پر اثر خضاب تھا اور بدن کے گرد بوسیدہ کفن زمین پر پڑا ہوا تھا۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی آنکھ لگی ہے۔ اور سو رہے ہیں۔

جب یہ خبر تہران پہنچی اور اس خبر کو فتح علی شاہ قاچار نے سنی جو ناصرالدین شاہ قاچار کے جد امجد تھے یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۸ھ کا ہے۔ لہٰذا بادشاہ خود اس واقع کی تشخیص کے لئے تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ وزراء وامراء وعلماء وفقہاء کے علاوہ اہل شہر کی بھی ایک بڑی تعداد تھی۔ لہٰذا یہ حضرات سرداب میں تشریف لے گئے۔ وزراء وامراء نے بادشاہ کو منع کر دیا کہ وہ تشریف نہ لے جائیں تاوقتیکہ ہم پوری تحقیق نہ کر لیں اور اس کی واقعیت نہ معلوم کر لیں۔ جب علماء وفقہاء اور وزراء اور اہالیان شہر نے یہ منظر آنکھوں سے دیکھا تو آکر فتح علی شاہ قاچار سے بیان کیا لہٰذا بادشاہ نے وہاں ایک عالی شان عمارت بنانے کا حکم دیا اور آپ کا روضۂ منورہ تعمیر کرایا اور اس کی تزئین کی۔

شیخ صدوق کا طریقہ روائت

صاحب روضات لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ جو اس واقعہ میں موجود تھے اس واقعہ کو اکثر بیان کیا کرتے تھے۔

صاحب روضات لکھتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ جناب شیخ صدوق محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی سے روایت کرتا تھا کیونکہ شیخ صدوق محمد بن علی نے اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے کہ اس میں وہی روایت درج کروں گا جن کے مطابق میں فتویٰ دیتا ہوں اور اپنے اور خدا کے درمیان ان کو حجت سمجھتا ہوں لیکن جہاں تک دیکھا گیا ہے وہ پورے طور سے اس پہ قائم نہیں رہے ہیں انہوں نے ایسی روائتیں بھی درج کر دی ہیں جن کی انہیں خود رد کرنا پڑی ہے انہوں نے پوری سندیں بھی نقل نہیں کی ہیں بلکہ صرف آخری راوی کا نام لکھ دیتے ہیں جس نے امام سے روایت کی ہے پھر ختم کتاب کے بعد انہوں نے ایک فہرست اپنے مشائخ کی لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس راوی کی طرف ان کا طریق کیا ہے اس لئے انسان کو کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے ساتھ اس فہرست مشیخہ من لا یحضرہ پہ نظر رکھنا ضروری ہے اور ہر روائت کی جانچ کے موقع پہ اس پہ نظر ڈالنا لازمی ہے۔ یہ بڑی سر مغزی و ژرف بینی کا کام ہے جس سے دشواری پیدا ہو گئی ہے نیز اس میں روایات کے سلسلے میں کہیں کہیں تفسیری شرح ایسی آ گئی ہے جس کے متعلق دھوکا ہو جاتا ہے کہ یہ امام کا کلام تو نہیں ہے ان وجوہ کی

بنا پر یہ کتاب اسناد و اعتبار اور حسن ترتیب و تالیف میں مؤخر ہونے کے باوجود اصول کافی کی ہم پلہ تسلیم نہیں کی گئی۔

من لا یحضر کی حدیثیں نو ہزار چوالیس ہزار (۹۰۴۴) ہیں۔ شیخ صدوق کے علاوہ من لا یحضر کے ۲۹۹ اور تصانیف خاص علم حدیث میں تھے جن میں سے ثواب الاعمال، عقاب الاعمال۔ مدینۃ العلم وغیرہ وغیرہ مشہور کتابیں ہیں جو متاخرین علماء کا مستند رہی ہیں لیکن کوئی ان میں سے وسعت و جامعیت کے اعتبار سے من لا یحضر کے درجہ تک نہ تھی۔

چوتھی صدی ہجری میں شیخ ابوالحسن محمد بن احمد بن داود قمی نے کتاب ممدوحین والمذمومین من الرواۃ لکھی اور شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی نے کتاب معرفۃ الرجال اور کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخ ابوبکر جعانی نے کتاب الشیعہ من اصحاب الحدیث و طبقاتہم یہ معروف مشہور تصانیف تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی رے میں تشریف آوری

تاریخ تدوین حدیث اور پروفیسر سعید نفیسی لکھتے ہیں۔

ابوالحسن صدوق اپنے کاروبار کی اور دکان کی وجہ سے قم میں رہتے تو ضرور تھے لیکن کوفے، نیشاپور، بغداد اور رے آنا جانا رہتا تھا کچھ بعید نہیں کہ صدوق بھی اپنے والد کے ساتھ آتے جاتے ہوں اور ذوق و حافظے کی بنا پر شیوخ سے روائتیں لیتے اور دوسروں کو سند و روایت دیتے ہوں کیوں کہ یہ بہر حال یقینی ہے

کہ "سمع منہ شیوخ الطائفۃ وھو حدث السن" آغاز شباب اور ابتداء عمر ہی میں شیوخ امامیہ نے روایت کی سماعت کی۔ لقب صدوق کی شہرت بتاتی ہے کہ وہ امانت اور سچائی میں ضرب المثل اخلاق وکردار میں بے مثال تھے عابد وعامل ہونا تو خیر علماء کا شیوہ اور ان حضرات کے امتیازی اوصاف تھے ہی وسعت وتعلقات اور ہمہ گیری کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شاید وہ بھی اپنے والد کی طرح تجارت کرتے ہوں اور علمی اہمیت کی بنا پر تو بہر حال ان کا شمار اساطین علم میں ہوتا تھا پھر ۳۵۲ھ نیشاپور اور ۳۵۴ھ میں کوفے اور اسی زمانے میں بغداد جانے کا پتہ چلتا ہے لیکن آپ کی شہر رے میں تشریف آوری کا پس منظر یہ ہے کہ رکن الدولہ متوفی ۳۶۶ھ کی فرمائش پر ۳۶۶ھ سے پہلے رے تشریف لائے اور وہ بھی یوں کہ رکن الدولہ غائبانہ طور پر صدوق علیہ الرحمہ سے عقیدت رکھتا تھا بارہا لوگوں سے آپ کی زیارت وملاقات کی آرزو کا اظہار کیا اور شرف ملاقات کی خواہش ظاہر کی چنانچہ "صاحب عبادہ" یا کسی اور ذریعے سے رے بلائے گئے جب دربار میں تشریف لائے تو رکن الدولہ نے نہ صرف عزت وتکریم کی بلکہ مسند شاہی پر اپنے پہلو میں بٹھا کر فخر کیا امیر اور صاحب بن عبادہ علم دوست تو تھے ہی اس لئے علماء ادباء مورخین وکاتب ہر طرح کے مشاہیر ملازم تھے چنانچہ یہاں وسیع پیمانے پر ایک مجلس مذاکرہ قائم ہوئی جس میں بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں اور مباحثے ہوئے جس کا تفصیلی ذکر ایک کتابی صورت میں تیار کیا گیا تھا، بوصیوں کا مشہور وزیر وکاتب صاحب

بن عبادہ جو اپنے حسن تدبر۔ دانشمندی و علم و ادب و مذہب سے وابستگی میں شہرہ آفاق ہے جو سفر و حضر میں کتب خانہ اپنے ساتھ رکھتا اور علماء کو مال و منال کرتا رہتا تھا اور شیخ صدوق بابویہ قمی کے خاندان سے پہلے ہی متاثر تھا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے "رے" آنے کے بعد تعلقات اور زیادہ مضبوط ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے افکار بھی اگر قلمبند کرتا تو وہ شیخ صدوق کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے بھیجتا اور صدوق نے اپنی بعض کتابیں اس کے نام معنون کیں۔ مثلاً "عیون اخبار الرضا" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں "مجھے "صاحب بن عبادہ" کے دو قصیدے ملے جو مدح امام رضاؑ میں تھے جس سے متاثر ہو کر میں نے یہ کتاب ان کے قیمتی کتب خانے کے لئے لکھی کیونکہ ان کے نزدیک پسندیدہ ترین تحفہ علوم آل محمدؐ ہیں اس طرح گویا میں نے ان کے احسانات کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب بن عبادہ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کافی قدر دانی و اعزاز کیا اور انعام و اکرام کے ساتھ پیش آتا رہا۔

"امالی" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مجلس میں بڑے بڑے علماء تشریف لاتے اور اہالیان رے بھی خاصی تعداد میں موجود ہوتے تھے۔ لوگ طرح طرح کے سوال کرتے اور موضوع بھی دیتے تھے۔ عقائد و حدیث کے بارے میں آپ جو تقریریں کرتے وہ بڑی ٹھوس ہوتی تھیں۔ روایت حدیث میں یہ بات تو بڑی اہم نظر آتی ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ تاریخ و دن اور مقام روایت تک بتاتے ہیں کہ

فلاں حدیث فلاں شخص نے فلاں تاریخ و دن اور فلاں جگہ بیان کی
ان مجالس میں نویں دسویں محرم کی تقریریں واقعات کربلا کے بیان پر
مشتمل ہیں (۲) ایک مجلس میں صحیفۂ علویہ کا خلاصہ ہے۔ ۳۰۔ تیئسویں مجلس
۱۲ شعبان ۳۶۸ھ مشہد مقدس میں بایں عنوان لکھی گئی "و اجتمع فی
هذا الیوم الی الشیخ ..... اهل مجلسه و المشائخ فسئلوه ان یملی علیهم
وصف دین الامامیة علی الایجاز و الاختصار"
آج کے دن شیخ کی خدمت میں لوگوں کا اجتماع ہوا جن میں شیوخ
بھی تھے۔ ان حضرات نے درخواست کی کہ دین امامیہ مختصر طور پر لکھوا دیں۔
اس کے بعد نو صفحوں کی ایک طولانی تقریر ہے جس میں شیعہ عقائد
پر ایک ہیوہ گفتگو کی گئی ہے اور مختصر طریقے سے اصول و فروع کو
بیان کر دیا ہے۔ اور چونکہ ۱۷ شعبان ۳۶۸ھ کو اپنے وطن ماوراء النہر
کی طرف واپس جا رہے تھے اس لئے تفصیلات کو آئندہ پر ملتوی کر دیا۔
فہرست تصانیف میں افاضل علماء واسط و قزوین بصرے، کوفے،
نیشاپور اور مدائن سے آئے ہوئے خطوط کے جوابات اور رسائل کی
تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ دور دور کے لوگ مسائل و مشکلات میں
رجوع کرتے تھے اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ جس طرح قریب والوں
کو فیضیاب کرتے تھے اسی طرح دور افتادہ علاقوں میں لینے والے
لوگوں کو بھی فائدہ و فیض پہنچانے میں مصروف رہتے تھے آپ نے
ستر سال سے زائد عمر پائی اور قم سے جو رے کی طرف تشریف لائے تھے
اس ہجرت کے بعد آپ نے رے کو اپنا وطن ثانی قرار دے دیا تھا اور
پھر ساری عمر یہیں تالیف و تبلیغ میں گزارنے کے بعد رے ہی میں

سنہ ۳۸۱ھ مطابق سنہ ۹۹۱ء انتقال فرما گئے اور بڑے عقیدت و احترام اور تزک و اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین ہوئی اور غالباً قریب ہی دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر مبارک باغ طغریہ تعمیر فتح علی شاہ قاچار طہران کے جنوب میں روضہ اقدس حضرت شاہ عبدالعظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب واقع ہے۔ اور ابن بابویہ کے نام سے مدتوں مشہور رہے روزانہ ہزارہا اہل عقیدت زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ فتح علی شاہ قاچار کے عہد ۱۲۳۸ھ کے قریب شہر میں بہت طوفان باد و باراں آیا۔ جس سے مزار صدوق کی عمارت کو نقصان پہنچا اور اصل تہ خانے میں پانی جاتے اور قبر کے شکستہ ہونے کی وجہ سے مرمت کے لئے جو اندر گئے تو دیکھا کہ کفن گل گیا ہے لیکن جسم محفوظ ہے، شکل و صورت پہچانی جاتی ہے بادشاہ اور بڑے بڑے علماء و فقہاء زیارت کے لئے آئے ان میں آقای سید ابراہیم لواسانی نے جناب علامہ مامقانی سے بیان کیا کہ ریش مبارک اور پائے مبارک پر مہندی کا رنگ نمایاں تھا اور ستر پہ مکڑی نے گھنے جالے بن رکھے تھے قبر کو بند کرنے کے بعد بادشاہ نے مقبرہ کی موجودہ عمارت تعمیر کرائی۔

شیخ صدوق کی تصنیفات کے تراجم و تشریحات

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تقریباً تین سو کتابیں تصنیف فرمائیں لیکن امتداد زمانہ سے تمام کتابیں محفوظ نہیں ہیں بلکہ تمام کتابوں کے نام بھی محفوظ نہیں رہے

مشکل سے دوسو چودہ[۲۱۴] کتابوں کے نام معلوم ہو سکے جن میں سے اس ناچیز کو صرف ۱۹۳ کتابوں کے نام معلوم ہو سکے۔ جو میں نے اس کتاب میں پیش کر دیے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور ان کی بے شمار کتابیں عربی اور فارسی زبان میں موجود ہیں۔ جمہوری اسلامی ایران میں اس سلسلے میں بڑا کام ہو رہا ہے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی بے شمار کتابوں کا عربی سے فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور متعدد معروف کتابوں پر شرحیں بھی لکھی جا چکی ہیں لیکن اردو زبان میں شیخ صدوق کی کتابوں کے بہت کم تراجم ہوئے ہیں اور شرحیں بھی بہت کم لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم آپ کی کتابوں ان کے تراجم و حواشی و تشریحات کے متعلق کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف کا تنوع چاہتا ہے کہ ان کی جامعیت پر بحث کی جائے لیکن کتاب کے موضوع کی رعایت سے یہ گفتگو چھوڑتے ہوئے صرف حدیث کے سلسلے میں ان کے کام پر تبصرہ کیا جائے گا۔ رجال و احوال علماء کی کتابوں میں ان کی تالیفات کا شمار تین سو تک بتایا ہے۔

آقای سعید نفیسی نے فہرست طوسیؒ و ابن ندیم و روضات الجنات وغیرہ سے بڑی محنت و عرق ریزی کر کے دوسو چودہ کتابوں کے نام لکھے ہیں ہم نے بھی ورق گردانی کر کے دیکھا مگر کوئی نیا نام نہیں مل سکا۔ یہاں ہم کچھ کتابوں کے نام ان کے موضوعات کی کچھ تفصیل و تعارف و تبصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ کتاب کے موضوعات سمجھے میں

آسانی ہو اور اس کے تراجم و حواشی و تشریحات کے بارے میں بھی کچھ پتہ چل سکے۔

شمار نمبر	کتاب کا نام	موضوع	تعارف و تبصرہ
(۱)	کتاب تفسیر القرآن جامع کبیر	قرآن	تفسیر جو مکمل نہ ہو سکی۔
(۲)	کتاب مختصر تفسیر قرآن	"	یہ کتاب مختصر قرآن پر مشتمل ہے اور مکمل ہے۔
(۳)	کتاب الناسخ والمنسوخ	قرآن	اس کتاب میں قرآن کی ناسخ و منسوخ آیات کا بیان ہے اور اس کے ترجمے کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور محترمہ رضیہ جعفری علیگ نے اس کی تحلیلی شرح تلخیص "فرق اسلامی" کے نام سے لکھی ہے جو امامیہ مشن لکھنو سے شائع ہو چکی ہے۔
(۴)	الابانہ	عقائد	اس کتاب پر شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عقائد پر گفتگو کی ہے۔
(۵)	ابطال الاختیار واثبات النص	نص	اس کتاب میں نص کی حمایت پر بحث ہے۔
(۶)	معانی الاخبار	احادیث	یہ کتاب حدیث کے علم پر ہے اس کا نسخہ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ نظر

نمبر شمار	کتاب کا نام	موضوع	تعارف وتبصرہ
			سے گزرا ہے اس کا ترجمہ علامہ سید رضی جعفر نقوی نے فرمایا ہے
(۷)	کتاب الاعتقادات	عقائد	اس کتاب میں مذہب اثناعشریہ کے عقائد پہ تفصیلی بحث کی گئی ہے۔
(۸)	دین الامامیہ	دین	اس کتاب میں مذہب اسلام کے متعلق شیعہ نقطۂ نظر سے گفتگو کی گئی ہے۔
(۹)	المختارین من اصحاب النبی	رجال	یہ کتاب رجال کے موضوع پہ ہے۔
(۱۰)	مصابیح، طبقات صحابہ وتابعین وروات آئمہ	,,	اس میں پہلے صحابہ نبیؐ اور آخری طبقے میں ان حضرات کا ذکر ہے جو ناحیہ مقدس سے توقیع یافتہ ہیں
(۱۱)	علل الشرائع	اصول و فروع دین	اس کتاب کا اردو زبان میں مولانا سید حسن امداد صاحب قبلہ نے کیا ہے اس میں نماز، زکوٰۃ، خمس، وغیرہ، حج ہود کی حرمت کا سبب، شراب نوشی کے حرام ہونے کا سبب شرعی

تعارف وتبصرہ	موضوع	کتاب کا نام	نمبر شمار
مسائل، شجر و حجر، موسم، وثمر وغیرہ کا بیان ہے اس کتاب الکساء پبلشرز کراچی نے شائع کیا ہے۔			
اس کتاب کا اردو ترجمہ الحاج مولانا محمد شریف صاحب قبلہ ملتان نے کیا ہے اور اسے مکتبہ الساجد ملتان نے شائع کیا ہے۔	خصلت	خصال	(۱۲)
اس کتاب کا ترجمہ سید منظور حسین شاہ بخاری نے کیا ہے اور اس کے شارح مولانا محمد حسین ڈھکو ہیں اور اسے مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا ہے۔	عقائد	احسن الفوائد فی شرح عقائد	(۱۳)
اس کتاب کو مکتبہ الساجد ۸ شمس آباد کالونی نے شائع کیا ہے	پند و نصیحت	المواعظ	(۱۴)
اس کتاب کا عربی سے فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور اس کی فارسی زبان میں شرح بھی ہو چکی ہے۔	احادیث	من لا یحضرہ الفقیہ	(۱۵)

ان کے علاوہ مختلف شخصیتوں پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً (۱۱) احوال ابی طالب وعبدالمطلب وعبداللہ وآمنہ بنتِ وہب (۱۲) اخبار ابی ذر وغیرہ (۱۳) کتاب الشعراء (۱۴) تفسیرِ قصیدۂ اہل بیت ؑ (نجاشی نے یوں ہی لکھا ہے) میرا خیال ہے کہ شرحِ صاحب ابن عباد کے کسی قصیدے کی ہوگی جو صاحب نے انہیں بھیجا تھا۔ مناقب وتاریخ کے موضوع پر (۱۵) کتاب فضائل جعفر طیار (۱۶) کتاب فی زید بن علی (۱۷) کتاب التاریخ (۱۸) کتاب الزہد اس کے غالباً کئی حصے الگ الگ تھے مثلاً زہد، زہد فاطمہ وغیرہ (۱۹) کتاب مقتل الحسین ؑ (۲۰) اکمال الدین واتمام النعمۃ کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

آقای نفیسی نے لکھا ہے چاپ ا۔ EMOLLER خاور شناس المانی ہائیدابرگ (کذا) ۱۹۰۱ م۔ مگر اسلامی انسائیکلوپیڈیا اردو ترجمہ (پٹنہ) میں ہے اس کا ایک حصہ (MOLLER) نے مجموعہ انتخابات میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب کے بارے میں یہ بھی اختلاف ہے کہ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیف ہے یا کسی اور کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے موالید وفضائل پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ (۲۱) حدیث مدینۃ العلم حدیث کی ایک بہت اہم اور ضخیم کتاب ہے جس کے لئے شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ اگر مفقود نہ شدہ بود اصول اربعہ را تخمیس می کردو،، (۲۲) مصادقۃ الاخوان جس کا پہلا ایڈیشن آقای سید محمد آقا مشکوٰۃ نے اپنے والد محدث اجل ومحقق اکمل آقای سید محمد مشکوٰۃ مدظلہم کی تصحیح اور اپنے ترجمے پر وقیر سعید نفیسی کے مقدمے کے ساتھ

پہلی مرتبہ ۱۳۶۰ھ میں تہران سے کیا اور حقیر نے معاشرتی حقوق اور تعلیمات محمد وآل محمدؐ کے نام سے مقدمہ وشرح وترجمہ اردو میں لکھا (۲۳) امالی صدوق مسمے بہ المجالس ستاونے مجالس کا یہ ذخیرہ احادیث دیکھنے کے قابل ہے. جس میں روایات کا سلسلہ وتاریخ ومقام سماعت کا ذکر اس طرح ہے کہ ہزاروں حدیث کی کتابیں اس سے خالی ہیں امالی کا چاپ تہران ۱۳۰۰ھ میں نے دیکھا ہے جو نہایت خوبصورت ودیدہ زیب ہے (۲۴) توحید (۲۵) عیون اخبار الرضاؑ وغیرہ بھی کافی بڑی تالیف ہے لیکن صدوق علیہ الرحمہ کی عظمت وشہرت کے اسباب میں سب سے زیادہ حصہ جس کتاب کا ہے وہ کتاب من لایحضرہ الفقیہ ہے. کتب اربعہ میں کافی کے بعد سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے جس کے بارے میں بہت سے علماء صحت روایت اور دقت وباریک بینی وحسن ضبط میں کافی تہذیب واستبصار سے بہتر سمجھتے ہیں. ایک تو اس لئے کہ کافی جیسی کتاب کے بعد تالیف ہوئی دوسرے یہ کہ صدوقؒ جیسے حافظ نے اس کے مندرجات کے لئے صحت کا دعویٰ اور اپنے عمل کا مستمسک بتایا ہے پھر حسن سلیقہ یہ کہ اوائل سند کو بنظر اختصار حذف کرکے خاتمہ میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے۔ اصل کتاب کے چار حصے کئے تھے جسے مطبع جعفری لکھنؤ نے ۱۳۰۰ھ میں سب سے پہلے دو جلدوں میں شائع کیا تھا اس کے بعد تہران نے ۱۳۲۴ھ میں اسے شائع کیا ہر حصے یا جلد کے ابواب واحادیث کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اول میں ۸۷ باب ہیں جن میں ۷۷ مسند اور ۱۸۴ مرسل ہیں۔

جلد دوم ۲۲۸ باب ہیں جن میں ۱۰۶۴ مسند اور ۷۰۳ ۵ مرسل ہیں۔

جلد سوم ۸۷ باب ہیں ۱۹۲۵ مسند اور ۵۱۰ مرسل ہیں۔

جلد چہارم ۱۷۳ باب ۷۷ مسند اور ۱۲۶ مرسل روایات ہیں۔

گویا ۳۴۵۴ مسند حدیثیں اور ۲۰۵۰ مرسل حدیثیں ہیں اور مجموعی طور سے ۵۹۶۳ حدیثیں ہیں لیکن مختلف مترجمین و شارحین نے مختلف تعداد شمار کی ہے اور نو ہزار چوالیس تک احادیث کی تعداد لکھی ہے کیونکہ یہ شمار آسان نہیں ہے۔ شرح و حواشی کی جو تعداد ہے ان میں سے آٹھ شرحیں اور گیارہ حاشیوں کا ذکر جواہر کلام نے اور چھ سات حواشی کا تذکرہ آقای بزرگ تہرانی نے جلد ششم میں لکھا ہے۔

علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک جلد سوم کے خاتمے پر۔ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے خلاصۃ الاقوام اور ابن داود میں صدوق کے رجال و کتب پر کافی بحث موجود ہے۔ مؤلف نے جلد دوم میں لکھا ہے کہ شیخ نے بلخ کا سفر بھی فرمایا تھا اور من لا یحضرہ الفقیہ ابو عبداللہ نعمت کے نام معنون کی تھی۔

کتاب تدوین حدیث میں مولانا سید علی نقی النقوی (مطبوعہ سرفراز پریس لکھنؤ سن اشاعت ۱۳۵۲ھ) تحریر کرتے ہیں:۔

سب سے پہلے ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی تھے جنہوں نے چوتھی صدی کے اوائل میں اس خدمت کو انجام دیا اور بیس برس کی مسلسل جفاکشی اور محنت کے بعد کتاب کافی کی تصنیف کی دیباچہ کتاب میں سبب تالیف تحریر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کتاب میں صحیح اخبار جمع کئے جائیں گے جو تمام علوم و معارف دینیہ کو شامل اور

پر حیثیت سے کافی ہوں اسی طرح من لایحضرہ الفقیہ میں بھی تمام احادیث کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا مسند اور مرسل احادیث کے علاوہ احادیث ضعیف بھی ہیں اور کچھ کے راوی کا سلسلہ تحریر نہیں کیا ہے۔

احسن الفوائد کی شرح، شرح عقائد کے نام سے حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین ڈھکو کرتے ہوئے رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ اس عالم ربانی و فاضل صمدانی و نقاد اخبار و ناشر آثار آئمہ اطہار و شیخ القمیین نے رئیس المحدثین صدوق العلماء البارعین کا اسم گرامی محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی اور کنیت ابو جعفر اور مشہور لقب شیخ صدوق ہے یہ بزرگوار وہی ابن بابویہ ہیں جن کی روایت کردہ احادیث عالم کتب حدیث میں ملتی ہیں اور ان کا نام صف علماء میں کالشمس فی رابعۃ النہار مشہور معروف ہے۔

حضرت شیخ صدوق کی جلالت قدر و عظمت شان علماء اسلام کی نگاہ میں رئیس المحدثین کی جلالت قدر و عظمت شان محتاج بیان نہیں ہے بلکہ وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا طریقہ گفتگو اور طرز استدلال

ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی یہ عالم ربانی و نور شعشان رئیس المحدثین اپنی عملی اور علمی جلالت و شہرت کی بنا پہ ہر قسم کی تعریف و توصیف سے مستغنی ہے اگر ان کی زیادہ شہرت ایک عظیم الشان فقیہہ اور جلیل القدر محدث ہونے کی حیثیت سے ہے مگر بنظر غائر ان کے حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار تمام علوم

متداول میں مہارت رکھتے تھے اور جدل وکلام میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے چنانچہ حضرت شہید ثالث حضرت قاضی نوراللہ شوشتری علیہ الرحمہ اپنی کتاب مجالس المومنین میں جناب رکن الدین دیلمی وغیرہ سے ان جناب کے بعض مکالمات علمیہ کلامیہ کو نقل فرمایا۔ ہم اس گفتگو سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا طریقہ گفتگو کیا تھا اور طرز استدلال کو بھی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ آپ کی گفتگو فلسفیانہ و منطقیانہ تھی یا آپ صرف درایت سے کام لیتے تھے یا روایت پیش کرتے ہیں اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے حوالے بیان فرماتے تھے یا نہیں اور مآخذ و مصادر کے لئے تاریخ سیر وکتب پر انہیں کتنا دربست و کمال حاصل تھا۔

ہم یہاں بغرض افادۂ عام ان کے بعض مکالمات علمیہ درج کرتے ہیں۔ جب حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی شہرت فضل وکمال اطراف واکناف ارضی میں پہنچی تو بادشاہ رکن الدولہ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوا چنانچہ انہوں نے بڑے احترام واہتمام سے حضرت شیخ صدوق قدس سرہ کو اپنے یہاں دعوت دی جب آپ تشریف لائے تو ان کی بہت تعظیم وتکریم اور اپنے پہلو میں ان کو جگہ دی رسمی مزاج پرسی کے بعد اس طرح سلسلہ کلام کا آغاز ہوا۔

رکن الدولہ! ۔ جناب شیخ اس بزم میں کچھ علماء و فضلا موجود ہیں جو ان مخصوص اشخاص کے بارے میں جن پر حضرت شیعہ طعن و تشنیع کیا کرتے ہیں باہم اختلاف رکھتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ طعن ضروری ہے اور بعض اسے غیر ضروری بلکہ ناجائز جانتے ہیں آپ کی اس

مسئلے میں کیا راز ہے؟

شیخ صدوق علیہ الرحمہ! اے بادشاہ خداوند عالم کا یہ دستور ہے کہ اس کے بالمقابل جو جھوٹے خدا ہیں جب تک ان کی نفی نہ کی جائے وہ اپنی توحید کا اقرار قبول نہیں کرتا جیسا کہ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ اس پہ دلالت کرتا ہے اسی طرح اپنے نبی اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا اقرار بھی اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک اس کے بالمقابل تمام جھوٹے مدعیان مثل مسیلہ کذاب و اسود عنسی و سجاح وغیرہ کی نبوت باطلہ کا انکار نہ کیا جائے۔ اسی طرح وہ حضرت امیرالمومنین کی امامت کا اقرار بھی ہرگز قبول نہیں کرتا جب تک غلط مدعیان و متصدیان خلافت سے بیزاری اختیار نہ کی جائے۔ رکن الدولہ نے جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے جواب متین کو بہت پسند کیا اور مدح و ثنا کے بعد جناب شیخ سے التماس کی کہ ہم ان لوگوں کا انجام معلوم کرنا چاہتے ہیں جو ظلم و ستم سے مسند آرائے خلافت ہو گئے تھے شیخ صدوق:۔ سورۂ برات کے واقعہ نے اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے یعنی یہ کہ ان لوگوں کو اسلام اور پیمبر اسلام سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

رکن الدولہ! اسے تفصیل سے بیان فرمائیں۔

شیخ صدوق! تمام مخالف و موافق مورخین اس امر پہ متفق ہیں کہ جب سورۂ برات نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ..... کو بلا کر فرمایا کہ اس سورہ کو مکہ میں جا کر کفار و مشرکین کے سامنے میری طرف سے پڑھ کر سناؤ چنانچہ ..... لے کر روانہ ہوئے ابھی تھوڑا

ہی راستہ طے کیا تھا کہ حضرت جبرئیل امین نازل ہوئے اور تحفۂ درود وسلام کے بعد عرض کیا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "لا یودی عنک الا انت او رجل منک" اس سورہ کی تبلیغ آپ خود کریں یا وہ شخص کرے جو آپ سے ہو۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین کو حکم دیا کہ جا کر .... سورہ برأت لو اور خود موسم حج میں لوگوں کو پڑھ کر سناؤ چنانچہ آنجناب نے تعمیل ارشاد کی اور اس وظیفۂ دینی کو انجام دیا۔ (مزید تسکین کے لئے یہ کتب ملاحظہ ہوں "درمنثور" جلد سوم صفحہ ۲۰۹) تفسیر کبیر فخر الدین رازی، مسند امام احمد بن حنبلؒ، ترمذی، دلائل بیہقی، مسند ابن ابی شیبہ، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ فلک النجاۃ جلد اول ص۲۷۹ پس اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ——— آنحضرت سے نہ تھا اور جب آنحضرت سے نہ ہوا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت کا پیرو کار بھی نہ تھا۔

کیوں کہ ارشاد قدرت ہے "من تبعنی فانہ منی" جو میری اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہوگا، اور جب آپ کا پیرو کار نہ ہوا تو پیغمبر کی زبانی خدا و رسولؐ کا دوست بھی نہ ہوگا کیونکہ ارشاد رب العزت ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم" ظاہر ہے جب دوست خدا و رسولؐ نہ ہو تو ان کا دشمن ہوگا نتیجہ واضح ہے کہ محبت خدا و رسول ایمان اور بغض کفر ہے اور اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؑ پیمبر اسلام میں سے ہیں اور اس روایت کے اور بھی بکثرت روایت سے یہ امر ظاہر ہے کہ جیسا آیت مبارکہ "افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ" کی تفسیر میں وارد

ہے کہ شاہد منہ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ اسی طرح جنگ اور میں جب اکثر اصحاب راہ فرار اختیار کر گئے اور حضرت علی علیہ السلام بڑی دلیری اور دلجمی سے داد شجاعت وحق نصرت ادا کر رہے تھے اور ہاتف غیبی "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کی ندا کر رہا تھا تو جناب جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ مواخات وہمدردی اس کا نام ہے جو علیؑ ادا کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بھلا علیؑ کیونکر ایسا نہ کریں، "انہ منی وانا منہ" اس وقت جبرئیلؑ نے کہا، "وانا منکما" اور میں آپ دونوں میں سے ہوں اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ جس شخص کو خداوند عالم قرآن مجید کی چند آیتیں لوگوں تک پہنچانے کا حق دار نہیں سمجھا اسے امامت کبریٰ اور تمام قرآن کی تبلیغ کا اہل کیونکر سمجھ سکتا ہے:۔

رکن الدولہ:۔ جو کچھ آپ نے افادہ فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور آشکار ہے۔

رکن الدولہ کے مقربین میں سے ایک شخص ابوالقاسم نامی جو دربار میں موجود تھا اس نے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اجازت ملی اور وہ اس طرح گویا ہوا

ابوالقاسم:۔ جناب شیخ یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ امت ضلالت وگمراہی پر اجتماع کرے۔ حالانکہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

شیخ صدوق! امت لغت عرب میں معنی جماعت ہے اور جماعت کم از کم تین افراد کے جمع پر بھی اطلاق ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ ایک مرد وزن کے مجموعہ کو بھی جماعت کہا جاتا ہے۔ خداوند عالم نے فقط ایک شخص کو بھی امت کہا ہے چنانچہ اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام

کے بارے میں فرمایا ہے "وکان ابراهیم امة قانتا للّٰہ حنیفا" لہٰذا برتسلیم صحت حدیث عین ممکن ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ اور ان کے پیروکار ہوں۔

ابوالقاسم! جو کچھ بھی حدیث سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اسے سواد اعظم کے معنی پر محمول کرنا چاہیئے جو تعداد میں زیادہ ہیں۔

شیخ صدوق: ہم نے جہاں تک غور کیا ہے قرآن میں متعدد مقامات پر کثرت کی مذمت اور قلت کی مدح ہی دیکھی ہے۔

ارشاد قدرت ہے "ولکن اکثرهم یجهلون ولکن اکثرهم فاسقون: الذین امنوا وعملوا الصالحات وقلیل منهم وقلیل من عبادی الشکور۔ وما امن معه الا قلیل" نیز اس امر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خداوند عالم نے لفظ امت حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے چند ہدایت یافتہ لوگوں پر اطلاق کیا ہے، چنانچہ فرماتا ہے "ومن قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون" اسی طرح ہمارے پیمبر اسلام کی امت کے بعض افراد میں ارشاد ہے: "وممن خلقنا امة یهدون بالحق وبه یعدلون۔"
حضرت شیخ کا مدلل و مکمل جواب باصواب سن کر ابوالقاسم خاموش ہوگیا۔

علاوہ بریں اگر لفظ امت کو عمومی معنی پر محمول کیا جائے تو بنا بر صحت حدیث مطلب یہ ہوگا کہ امت کبھی ضلالت و گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی لہٰذا ایک یا دو فرد بھی مخالف ہوجائیں تو دوسروں کی غلطی کا امکان ہوگا اور متعلقہ مسئلہ میں تو بنا بر اتفاق فریقین حضرت علی علیہ السلام اور ان کے مخصوص اتباع بلکہ بنی ہاشم مخالف تھے جیسا کہ بخاری شریف میں بھی

تصریح موجود ہے۔ رکن الدین :۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ آنحضرت کی وفات کے باوجود قرب عہد آپ کی امت میں سے بہت سے لوگ ارتداد کا شکار ہو جائیں۔

شیخ صدوقؒ :۔ اس میں کون سی بات محل تعجب ہے جب کہ خود خداوند عالم خبیر، "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسول افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم"، محمدؐ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسولؐ ان سے پہلے بھی اللہ کے رسولؐ گزر چکے ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے تو کیا تم اپنے پچھلے پاؤں (کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے۔

آنحضرت کی وفات حسرت آیات کے بعد کچھ لوگوں کا ارتداد قوم جناب موسیٰ کے ارتداد سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔ جس کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ زندہ تھے فقط تیس دن کا وعدہ کر کے کوہ طور پر گئے اور اس دوران حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بھی مقرر کر گئے تھے مگر بحکم ایزدی تیس دن کے بجائے چالیس دن کر دیئے گئے اور قوم صبر نہ کر سکی حضرت ہارون روکتے رہ گئے مگر سامری نے ایک گوسالہ بنا کر لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ تمہارا خدا ہے اور لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی اور حضرت ہارون کو اس قدر مجبور کر دیا کہ قریب تھا کہ ان کو شہید کر دیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"ان القوم استضعفونی وکادو یقتلوننی" پس جب ایک اولوالعزم نبی کی زندگی میں فقط چند روز کی غیبت کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو سکتے اس کے بعد ان کے نامزد خلیفہ کی مخالفت کر سکتے ہیں تو یہ اس امت کے لئے کیوں کر ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ان کے

حقیقی وصی کی مخالفت کر کے چاہ ضلالت میں جا گرے۔

رکن الدولہ نے حضرت شیخ کے جواب باصواب کو بہت پسند کیا یہ مکالمہ بہت طویل ہے۔ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اور بھی چند اختلافی مسائل کو بڑی عمدگی کے ساتھ حل فرمایا ہے۔ بنظر اختصار ہم باقی ماندہ حصہ کو نظر انداز کرتے ہیں اور نہ ہی اس کتاب میں رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے مباحثے، مناظرے یا مختلف فرقوں کے علماء و فقہا مفسرین و محدثین سے ہونے والی گفتگو کو یہاں پیش کرنا مقصود ہے یہ ایک علیحدہ موضوع ہے جس پر ایک علیحدہ کتاب تحریر کی جا سکتی ہے آپ کے علم و فضل کا کیا کہنا آپ نے رکن الدولہ کی پوری لائبریری کا مطالعہ کیا اور آپ جہاں جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں نئی نئی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف کی تعداد یوں تو تین سو ہے لیکن جو عظمت و شہرت اور مقبولیت و اہمیت "من لا یحضرہ الفقیہ" کے حصے میں آئی وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہو سکی اس کتاب کو مذہب جعفریہ کی کتب اربعہ میں شمار کیا جاتا ہے اگرچہ اس کتاب کی عظمت و اہمیت اپنی جگہ پر ہے لیکن نہ تو ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بعد کتاب اللہ من لا یحضرہ الفقیہ سے زیادہ کوئی صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں اور نہ ہی ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام امہات کتب حدیث میں جو مقام اس کتاب کو حاصل ہوا وہ اور کسی کتاب نے نہیں پایا لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کتاب میں جو احادیث موجود ہیں وہ دوسری کتابوں کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ صحیح اور موثق ہیں۔ اصول کافی کا دور من لا یحضر سے پہلے کا ہے

لہذا یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کو تحریر کرنے میں اصول کافی سے زیادہ مدد ملی ہوگی۔

صحیح بخاری کے مترجم نے سبب تالیف پر بحث کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ عہد صحابہ و تابعین میں تدوین احادیث کا اہتمام نہ تھا جس کی اصل یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنے ضبط صدر اور حافظہ پر قوی اعتماد تھا البتہ اتباع تابعین کے عہد میں تدوین حدیث کا رواج عام ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعہ احادیث ترتیب دے رکھے تھے ان کتابوں میں امام ابو حنیفہ کی کتاب الآثار، امام مالک کی موطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد کی بہت شہرت تھی۔

لیکن اس وقت تک حدیث کے موضوع پر جس قدر کتابیں معرض وجود میں آئی تھیں ان میں کسی کتاب میں بھی صرف احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ ان میں شاذ، منکر، مدلس اور معلل ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی تھیں۔

اب جبکہ خود شارحین و مترجمین صحیح بخاری اس بات کو مان رہے ہیں کہ صحیح بخاری سے پہلے جتنی بھی احادیث کی کتابیں ہیں ان میں احادیث صحیحہ لانے کا التزام نہیں کیا گیا اب صحیح بخاری کے مطالعہ سے قطعی غیر جانبدار، اہل فکر و نظر علماء و فقہا خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحیح بخاری میں جو احادیث موجود ہیں ان میں سے ہی کچھ احادیث رنگیلا رسول نامی کتاب لکھنے کا سبب بنیں اور سلمان رشدی کی شیطانی آیات جیسی کتابیں معرض وجود میں آئیں، یہاں صحیح بخاری یا من لا یحضرہ الفقیہ کا موازنہ

مقصود نہیں ورنہ ہم ثبوت کے طور پر چند احادیث پیش کر دیتے جس سے صحیح بخاری کے موثق ہونے کا بخوبی اندازہ ہو جاتا تاہم من لایحضر کے کے متعلق نہ کوئی بلند دعوی کر رہے ہیں نہ اسے خدا کی آخری ہدایت LATEST DISPENSATION قرآن کے بعد سب سے معتبر صحیح کتاب قرار دیتے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کتاب میں جو احادیث موجود ہیں وہ زیادہ تر معتبر ہیں ہو سکتا ہے کہ فن حدیث کے مروجہ فن کے مطابق راویان کرام کا پورا سلسلہ بیان نہ کیا گیا ہو لیکن اگر ہمارے یہاں کسی حدیث کو آئمہ علیہم السلام کے حوالے سے بیان کی گئی ہے تو ہم اسے معتبر سمجھتے ہیں ہمارے یہاں بھی تدوین حدیث کا کام اس وقت شروع نہیں کیا گیا جب تک آئمہ الطاہرین علیہ السلام موجود تھے کیوں کہ ان ذوات مقدسہ کی موجودگی میں کسی سے حدیث یا اس کا حوالہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی کوئی ان سے بڑا عالم وفقیہہ ومفسر و محدث ہو سکتا ہے لیکن جب قدرت نے یہ چاہا کہ ہمارے آخری امام کو پردہ غیبت میں بلا لیا جائے تو امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے سے ہی تدوین حدیث کا کام شروع کر دیا گیا۔ محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے تدوین کا کام سنہ ۲۷۵ھ میں بیس (۲۰) سال کی عمر سے شروع کیا تھا اور بیس (۲۰) سال اس کی تدوین میں مصروف رہے آپ کا سن ولادت سنہ ۲۵۰ھ جبکہ اسماعیل بخاری کا سن وفات سنہ ۲۵۶ھ ہے اس طرح کلینیؒ اسمٰعیل بخاری کی وفات سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ علامہ کلینی علیہ الرحمہ سے چھپن (۵۶) سال قبل پیدا ہوئے اور علامہ کلینی کی وفات کے ۲۵ سال بعد انتقال فرمایا اس طرح آپ ۲۳ سال علامہ کلینی

کے دور میں رہے۔ شیخ صدوق ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے ۳۸۱ھ میں انتقال فرمایا علامہ کلینی کی تاریخ وفات ۳۲۹ھ ہے اس طرح ہمارے ملک میں تدوین حدیث کا کام امام بخاری کی وفات کے چودہ سال بعد شروع ہوا اس کی وجہ وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے امام موجود تھے اور ان کی موجودگی میں ہمارے علماء کو تدوین حدیث کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی بلکہ دیگر فرقوں کے لوگ بھی ہمارے آئمہ الطاہرین کی طرف اس سلسلے میں رجوع کرتے تھے خواہ وہ ابن عباس ہوں یا امام ابو حنیفہ، امام مالک ہوں یا امام شافعی، امام احمد ابن حنبل ہوں یا سفیان ثوری ابن ابی شیبہ ہوں یا کوئی اور شخص ہمارے آئمہ کی موجودگی میں ان سے زیادہ معتبر و ثقہ کون ہوگا۔

لیکن جب ہمارے علماء نے دیکھا کہ باقاعدہ احادیث ڈھالنے کی ٹکسالیں کھل چکی ہیں، حکمران اپنی مرضی و منشا اور اپنے اپنے مسلک و نظریات کے مطابق احادیث ڈھلوا کر میدان میں لا رہے ہیں اور ایسے ایسے محدثین پیدا ہو گئے تھے جنہیں حضور کی زندگی کے آخری ایام کے چند سال نصیب ہوئے مگر احادیث کی تعداد ہزاروں میں بیان کی۔ اس طرح علمی فریب مخصوص علاقائی و گروہی عصبیت کے ہاتھوں دیئے جانے لگے تو ہمارے علماء نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی لہٰذا سب سے پہلے علامہ کلینی علیہ الرحمہ نے اس کے بعد علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تدوین حدیث کا فریضہ انجام دیا یہ دونوں حضرات بڑے جلیل القدر حافظ حدیث، علم رجال کے ماہر اور اخبار کے ناقد تھے دونوں نے بلا کا حافظہ پایا تھا۔

شیخ صدوق اور علم حدیث

اسلام میں دین کی اساس دو چیزوں پر اور یہ دو ماخذ قرآن اور حدیث ہے، جس طرح اسلام زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور انسان کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح قرآن اور حدیث دینی معاملات میں انسان کی انفرادی و اجتماعی حثیتوں میں رہنمائی کرتے ہیں۔ لفظ حدیث "حدث" سے مشتق ہے۔ اسلام میں قول حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حدیث کہا جاتا ہے۔ آپ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ تابع فرمان خداوندی ہے آپ بغیر وحی کے کلام ہی نہیں فرماتے تھے آپ کی زبان حق ترجمان کا ہر لفظ قرآن کی تفسیر کی حثیت رکھتا ہے اور آپ کے ارشادات عالیہ کو حدیث کا درجہ حاصل ہے علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب "ابطال الاختیار و اثبات نص، معانی الاخبار" المختارین من اصحاب النبی مصابیح طبقات صحابہ و تابعین و روایت آئمہ، اور من لایحضرہ الفقیہ کے مطالعے سے، علم حدیث کے بارے میں روایت اور درایت کے لئے جو اصول منضبط کئے ہیں ان پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے، روایت کے بارے میں ان کے عزم و احتیام کا یہ عالم تھا کہ وہ اس وقت تک روایت بیان نہیں کرتے تھے جب تک ان کے پاس آخری راوی نہ ہو یا پھر قول معصوم ہے۔ یا پھر چشم دید گواہ تک تسلسل کے ساتھ روایت موجود نہ ہو یعنی جو واقعہ بیان کیا جائے وہ اس شخص کی زبانی ہو جو خود شریک واقعہ رہا ہو اور اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعے تک تمام درمیانی راویوں کے

تمام ترتیب کے ساتھ بیان کئے جائیں اور ساتھ ہی یہ تحقیق بھی کی جائے کہ وہ لوگ کون تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ کہاں تک تھے؟ سلجھے الذہن تھے یا نکتہ رس، عالم تھے یا جاہل ان تمام جزئی باتوں کا پتہ لگانا بے حد دشوار تھا لیکن آپ نے اس کام کے لئے اپنی عمر وقف کر دی اور ان تحقیقات سے ہی آپ نے اسماء الرجال کے فن کو مزید ترقی دی جس کے بدولت بے شمار لوگوں کے صحیح حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

اگر کسی راوی پر کذب، تہمت، بدعت، غفلت، ثقات کی مخالفت، عدم عدالت یا حافظے کی کمزوری کا الزام ہے تو آپ نے اس سے روایت نہیں لی اور بلا تکلف اس کو مجروح اور اس کی روایت کو مردود قرار دیا ہے۔

دیگر علماء و محدثین نے احادیث کی جو قسمیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) مرفوع، موقوف، قولی، فعلی، تقریری، آحاد: متواتر، عزیز، غریب صحیح، حسن اور مقبول و مردود وغیرہ ہیں۔ علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے یہاں بھی احادیث کی یہی قسمیں ہیں یعنی مسند، مرسل، غریب، حسن، ضعیف اور صحیح وغیرہ (مدینۃ العلم، حدیث کی ایک بہت ضخیم کتاب ہے)

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ اپنی زبان مبارک سے فرمایا وہ حدیث "قولی" ہے۔

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ خود کیا ہے وہ حدیث "فعلی" ہے۔

جو کچھ آپ کے سامنے ہو، اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا وہ حدیث "تقریری" ہے۔

جس حدیث کو ہر زمانے میں بکثرت لوگوں نے روایت کیا ہو اور کذب کا احتمال نہ ہو وہ حدیث "متواتر" ہے۔

وہ حدیث جو متواتر نہ ہو ——— وہ حدیث "احاد" ہے

جس روایت کی کثرت نہ ہو وہ احاد ہے اس کی بھی تین قسمیں ہیں،
مشہور جس کو ہر زمانے میں تین یا زائد راویوں نے روایت کیا ہو۔
(۲) عزیز جس کو ہر زمانے میں دو راویوں نے روایت کی ہو اور
(۳) غریب جس کو ایک ہی راوی نے روایت کیا ہو احاد کی وہ روایات جس کے راوی کی سچائی مُسلّم ہو وہ مقبول کہلاتی ہے ورنہ مردود پھر آحاد مقبول میں سے وہ حدیث جس کو پرہیز گار اور خوب یاد رکھنے والوں ہر زمانے میں روایت کیا ہو اور اس میں کوئی عیب پوشیدہ نہ ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہ ہو تو اسے "صحیح" کہتے ہیں اور اگر ایسی احاد مقبول جس کے راویوں کا حافظہ کم ہو تو اسے حسن کہتے ہیں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مرفوع وہ حدیث ہے جو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول یا فعل ہو اور موقوف وہ حدیث ہے جو کسی صحابی کا قول یا فعل ہو۔

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے مطابق حدیث میں روایت و درایت دونوں ہیں آپ نے درایت یعنی عقلی حیثیت سے روایتوں کو پرکھنے کے لئے یہ اصول قائم کئے ہیں۔

(۱) واقعہ مذکورہ کیا اصول عادت کی رو سے ممکن ہے یا نہیں؟
(۲) اس زمانے میں لوگوں کا عام میلان کیا واقعے کے مخالف تھا یا موافق؟
(۳) اگر واقعہ کسی حد تک غیر معمولی ہے تو اسی نسبت سے ثبوت کی شہادت زیادہ قوی ہے یا نہیں؟

(۴) اس امر کی تفتیش ضروری ہے کہ واقعے کے متعلق راوی کے قیاس اور رائے کو کہاں تک دخل حاصل ہے؟

(۵) راوی نے واقعے کو جس صورت میں ظاہر کیا ہے وہ واقعے کی پوری تصویر ہے یا اس کا احتمال ہے کہ راوی اس واقعے کے ہر پہلو پر نظر نہیں ڈال سکا۔ اور اس کی تمام خصوصیات کا جائزہ نہیں لے سکا؟

(۶) اس امر کا اندازہ لگانا بھی ضروری ہے کہ زمانے کے امتداد اور مختلف راویوں کے طریقہ ادا نے واقعے میں کیا کیا اور کس کس قسم کے تغیرات پیدا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ صدوقؒ نے اپنی کتابوں میں صحت و سقم مرسل و مسند پر سیر حاصل بحث کی

اقسام حدیث

علاوہ ازیں علماء حدیث و اسماء رجال نے یہ اقسام حدیث بھی بیان کی ہیں (۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع (۴) متصل (۵) معلق (۶) مرسل (۷) معضل (۸) منقطع بمعنی اخص (۹) مضطرب (۱۰) مدرج (۱۱) شاذ (۱۲) منکر (۱۳) معلل (۱۴) صحیح لذاتہ (۱۵) صحیح لغیرہ (۱۶) حسن لذاتہ (۱۷) حسن لغیرہ (۱۸) ضعیف (۱۹) متروک (۲۰) موضوع (۲۱) غریب (۲۲) عزیز (۲۳) مشہور (۲۴) متواتر۔

اقسام کتب حدیث

علمائے حدیث و اسماء رجال کے نزدیک کتب حدیث کی انواع و اقسام بہت زیادہ ہیں۔ ان قسموں میں درج ذیل اقسام زیادہ معروف

ہیں ۔ (۱) صحیح (۲) جامع (۳) سنن (۴) مسند (۵) معجم (۶) مستخرج ۔
(۸) مستدرک (۹) رسالہ (۱۰) جزء (۱۱) اربعین (۱۲) امالی (۱۳) اطراف ۔
(۱۴) طبقات میں چار طبقے بیان کئے گئے ہیں۔

ان اقسام کتب میں امالی شیخ صدوق خاصی معروف ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ علم حدیث و علم اسمائے رجال کے بڑے ماہر تھے آپ نے علم حدیث و علم رجال پر متعدد کتب تحریر فرمائیں علم حدیث میں من لایحضرہ الفقیہہ (۲) امالی شیخ صدوق (۳) کتاب معانی الاخبار، کتاب مدینۃ العلم، کتاب علل الشرائع وغیرہ اسی طرح شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے علم رجال کے موضوع پر بھی متعدد کتابیں لکھیں (۱) کتاب الرجال المختارین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) المصباح الخامس عشر ذکر الرجال الذین فی خرجت الیہم التوقیعات (۳) کتاب المصابیح المصباح الاول ذکر من روی عن النبی عن الرجال (۴) مصابیح طبقات صحابہ و تابعین و روایت آئمہ وغیرہ ان کتب حدیث میں نہ صرف احادیث بیان کی گئی ہیں بلکہ علم حدیث کے موضوع پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اسی طرح علم الرجال کے موضوع پر جو کتابیں ہیں ان میں بھی راویان کرام کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس وقت تک حدیث بیان نہیں فرماتے جب تک وہ آخری راوی تک بیان نہ کرلیں علل الشرائع کے باب (۳۴۱) میں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے آپ راویوں کا سلسلہ اس طرح بیان کرتے ہیں میرے والد رحمہ اللہ ؒ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے "محمد بن معقل قرمسینی" نے روایت

کرتے ہوئے۔ محمد بن زبیر خبر دی،، سے انہوں نے،، ابراہیم بن اسحاق نہاوندی،، سے انہوں نے ”عبد اللہ بن حماد،، سے انہوں نے ”عمرو بن شمر،، سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معظمہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور جب یہ نور چمکا تو اس کی روشنی سے تمام آسمان اور زمین چمک اٹھی اور ملائکہ کی آنکھیں جھک گئیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدہ کے لئے جھک گئے اور عرض کی اے میرے اللہ اور اے میرے مالک یہ نور کیسا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف وحی کی کہ یہ نور میرے ہی نور سے پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کو اپنے آسمان میں ساکن کیا، اس کو اپنی عظمت سے پیدا کیا اور اس کو میں انبیاء میں سے ایک ایسے نبی کے صلب سے نکالوں گا جو تمام انبیاء سے افضل ہو گا اور اس نور سے میں آئمہ کو پیدا کروں گا جو میرے حکم سے میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور وحی کا سلسلہ پورا ہونے کے بعد ان آئمہ کو اپنی زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کروں گا۔

شیخ صدوق اور ترویج و تبلیغ اسلام

رئیس المحدثین علامہ محمد بن بابویہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کو عبادت سمجھ کر بسر کیا اور پوری زندگی ترویج و تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اور آپ کی تبلیغ کے آثار اطراف و اکناف

عرب و عجم پر مرتب ہونے لگے آپ نے اقامت دین کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

شام

یہ وہ شہر ہے جہاں اسلام کو ملوکیت میں تبدیل کر کے ہوا و ہوس کا تابع اور بے مشقت حاصل کی ہوئی سلطنت پہ متمکن یزید نے شریعت محمدی کو تبدیل کر دیا تھا، خدا اور اس کے احکام کا مذاق اڑاتا تھا بر سر منبر یہ کہتا تھا کہ محمد پہ کوئی وحی آئی تھی نہ وہ نبی تھے بنی ہاشم نے اقتدار کے لئے یہ ڈرامہ رچایا تھا امیر شام سے لے کر بنو امیہ کے آخری حکمران تک شام میں اسلام کی شکل بدل چکی تھی، لیکن کربلا کے لٹے ہوئے قافلے کی قافلہ سالار حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان کو کسی حد تک حقائق سے آگاہ کیا تھا لیکن جبر ریاست کے سامنے لوگوں کو حرف حق کہنے کی جرأت تو درکنار حکومت کے خلاف باآواز بلند سوچنا بھی گناہ تھا لیکن بنو امیہ کے اقتدار کے سورج کے غروب ہوتے ہی لوگوں نے سوچنا شروع کر دیا، بنو عباس کی حکومت جو بنو امیہ کے ظلم کے خلاف برسر اقتدار آئی تھی اور بنو امیہ کو خون حسینؑ کا مجرم قرار دے رہی تھی بتدریج خود اہل بیت کے خلاف دشمنی پر اتر آئی لیکن ذہن انسانی کے ارتقاء اور علم و ادب کے فروغ و شعور کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اس مذہب کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا جس کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان کے اہل بیتؑ کے بارے میں بھی سوچنا شروع

کر دیا جن کی آواز بنو امیہ و بنی عباس سے الگ آواز تھی جو حق و صداقت کی آواز تھی جو اسلام کی آواز تھی جو قرآن و شریعت کی آواز تھی۔ لہٰذا ان کے مذہب کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور پرواز فکر کو صحیح سمت مائل کرنے کا سہرا آئمہ الطاہرین علیہم السلام کے بعد ہمارے علماء کرام پر ہے جس میں سرفہرست نام شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا ہے جب آپ کی کتابیں جو اہل بیت الطاہرین کی زندگی اور ان کی تعلیمات پر بنی تھیں شام پہنچی تو لوگ دین کے حقیقی مدعا و مفہوم سے آشنا ہوئے یعنی اور اہل بیت الطاہرین کی عظمت کے بھی معترف ہوئے آپ کی کتابیں۔

(۱) کتاب معرفت فی فضل النبی و امیر المومنین علیہ السلام والحسن والحسین علیہ السلام و اثبات خلافت، کتاب زہد امیر المومنین علیہ السلام ذکر مجالس، من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ جب شام پہنچی تو وہاں فکر و نظر کے معیار بدل گئے، لوگ تیزی سے مذہب اہل بیت کی طرف آنے لگے کچھ لوگوں کے دلوں میں عظمت علی کا وہ سکا بیٹھا کہ لوگ نسیری ہوگئے (یعنی علی کو خدا ماننے لگے) قدرت کا یہ فیصلہ بھی کتنا عجیب ہے جس ملک میں ۵۰ سال تک مسجد کے منبروں سے حضرت علی علیہ السلام پر سب کیا جاتے اسی ملک کے باشندے علیؑ کو خدا ماننے لگیں۔

اس طرح شام جہاں صرف دو قسم کے لوگ رہتے تھے یا علیؑ کے دشمن یا عیسائی، دمشق میں بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔ اس طرح شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف نے لوگوں کو صحیح سمت پر سوچنے پر مجبور کر دیا اور اکثر وہاں کے لوگ آپ سے ملنے کے آئے اور آپ کا

سوال و جواب کئے اور مطمئن ہو کر جب شام پہنچے تو لوگوں کو دین حق سے آگاہ کیا اور اس طرح شام میں جو تھوڑی بہت شیعت ہے اس کا آغاز شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے ہوا۔

یمن

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف جب یمن پہنچیں تو لوگوں کو مکتب تشیع کے بارے میں آگاہی ہوئی اگرچہ اس علاقے میں اہلبیتؑ کے چاہنے والے پہلے سے بھی موجود تھے اور یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام نے یزید کے ظلم سے تنگ آ کر یمن جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن محبت اہلبیتؑ کے باوصف وہاں کے لوگ شیعہ مذہب کے اصول و فروع سے واقف نہ تھے، کچھ تو شیخ صدوق کی تحریر نے اس سلسلے میں کام کیا اور کچھ تقریر نے جب آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو یمن سے آئے ہوئے علماء کے وفود نے آپ سے متعدد ملاقاتیں کیں اور آپ سے سوال و جواب کئے اور مطمئن ہو کر جب یمن واپس گئے تو وہاں جا کر مکتب تشیع سے لوگوں کو آگاہ کیا اور بڑی تعداد میں لوگوں نے مذہب جعفریہ اختیار کیا۔

عراق

جب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کوفہ اور عراق کے دوسرے شہروں کا رخ کیا تو علماء و فقہا سے ملاقاتیں کیں اور ان سے تبادلہ خیال کیا اور ان پہ مذہب جعفریہ کی حقیقت واضح کی اس طرح

عراق میں بھی شیعت کو خاصہ فروغ ہوا۔

مدینہ منورہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تصانیف کی شہرت پورے عرب وعجم میں پھیل چکی تھی اور آپ کی شخصیت تبحرِ علمی کا ہر طرف چرچا تھا اور کیوں نہ ہو آپ پر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا فضل وکرم تھا اور عنایت خاص تھی جب آپ مکہ ومدینہ تشریف لے گئے، تو دہران، دمام قطیف، احصار اور ہموہ کے مسلمانوں نے آپ سے ملاقات کی، علماء مکہ ومدینہ سے بھی آپ نے مباحثہ کئے آپ نے یہاں مذہب اہل بیت کی تبلیغ کی اور علم وفضل سے یہاں کے مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ جب اہل بیت الطاہرین کے متعلق آپ کی کتابیں یہاں کے مسلمانوں نے پڑھیں تو ان کی آنکھیں کھل گئیں جبر حکومت اور طمع دولت کے ہاتھوں فضائل اہلبیتؑ سے غافل رہ جانے والے مسلمانوں پر ذات واجب نے اپنا کرم کیا اور انہیں حق وباطل، خیر وشر اور نیکی و بدی کا فرق معلوم ہونے لگا اور جوق درجوق مذہب اہل بیتؑ سے وابستہ ہونے لگے۔ مدینہ منورہ میں سینکڑوں لوگوں نے مذہب اہل بیتؑ اختیار کیا اسی طرح دہران، دمام، قطیف، احصار اور ہموہ کے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں مذہب اہل بیتؑ اختیار کیا۔

لبنان

لبنان کے مسلمان حاجیوں نے بھی شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے

کتابوں سے استفادہ کیا۔ اور ان سے تبادلہ خیال کیا اور یہاں کے لوگوں نے بھی بڑی تعداد میں مذہب اہل بیت اختیار کیا اور کچھ لوگ آپ کی محبت میں یہاں بھی شام والوں کی طرح حد سے آگے بڑھ گئے اور سیدون کی بندرگاہ کے آس پاس کے لوگوں نے نصیری مذہب اختیار کر لیا۔

شیخ صدوقؒ کا اسلوب تحریر

تحریر کی اس وسیع و عریض دنیا میں اپنی تحریر کو متعارف کروانا، اپنی آواز دوسروں تک پہنچانا اور ایسے اسلوب کو منوانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا سینکڑوں اور ہزاروں علماء و محدثین کے جم غفیر میں خود کو پہچوانا ہے۔ جب ہم یہ کہتے کہ فلاں لکھنے والے کا ایک اسلوب ہے تو ہم اس کی ایک ایسی صفت مراد لیتے ہیں جو اس کی حالت مزاج یا شیوہ خاص ہے اس کی ایک ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ ایک ہی خطہ زمین اور ایک گلستان میں مختلف انواع و اقسام کے پھول مثلاً گلاب، نرگس، یاسمین، نسرین، موسری، بیلا، ہار سنگھار، رات کی رانی اور چنبیلی وغیرہ پاس پاس اگتے ہیں لیکن جو رنگ و بو ایک پھول کی ازل اس کے ساتھ مختص ہے، دوسرے میں سرایت کرنے سے قاصر ہے، بس یہی تشخص و تخصیص اور یہی امتیاز وانفرادیت دانا اور خودبین STYLE ہے جو ظاہری پھول کے ذریعے نمو کرتا ہے۔ اگر یہ کچھ اپنے اختیارات کی بات ہوتی تو ایک دوسرے کے مشورہ سے اپنا رنگ اور بو عوض کر لیتے۔ بہر حال یہ تسلیم کئے بغیر تائید غیبی جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کو حاصل ہے۔

کہ انہوں نے حق کو آشکار کرنے اور تعلیمات اھلبیت ؑ کو پیش کرنے کے لیے جو قلم اٹھایا تو دوسروں کے مقابلے میں انہیں بہ تائید ایزدی کامیابی حاصل ہوئی۔ شیخ صدوق کو یہ اسلوب عطائے خداوندی اس لیئے ہے کہ وہ دعائے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی تاثیر ہے۔ یہ اسلوب ماورائے آئے اور ماورائے شعور ظاہری چیز ہے اس سلسلے میں

اسلوب کے سلسلے میں

اسلوب شخصیت کا جزو ہوتا ہے۔ یہ ایک بالکل شخصی اور ذاتی چیز ہے۔ جس طرح آنکھوں کا رنگ یا گفتگو کا انداز و سلیقہ شخصی اور ذاتی چیزیں ہیں۔ اسی طرح شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا اپنا ایک انداز ہے انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اپنا انداز تحریر دوسروں سے جدا رکھا آپ نے کسی بھی علم کی فلسفیانہ تعبیر کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ بات سادہ اور آسان ہو اور جو پیغام وہ دینا چاہتے ہیں وہ آسانی دوسروں کے قلوب و اذہان تک پہنچ جائے بلکہ دل میں اتر جائے اور جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہیں پڑھنے والا اسے آسانی سے سمجھ سکے ان کے مافی الضمیر و مقصد و مدعا و مفہوم کو وہ پورے شعور اور پورے خلوص کے ساتھ سمجھ لے تاکہ اس کے ذہن و دل میں ایک انقلاب برپا ہو جائے اور اس میں حق اور باطل کو سمجھنے اور خیر و شر کے درمیان تفریق کرنے اور نیکی و بدی کے راستوں کا ادراک ہو جائے

اور وہ حق، خیر اور نیکی کو اپنائے اور باطل، شر اور بدی سے کنارہ کش ہو جائے اور نہ صرف کنارہ کش ہو جائے بلکہ دوسروں کو بھی اس غلط راہ کی طرف نہ جانے دے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایک ایسے دور میں پیدا ہوئے جب بنو امیہ کا سورج غروب ہو چکا تھا اور بنو عباس کا سورج پورے آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر اور یہ دونوں گروہ قبائلی و گروہی عصبیت میں سرشار تھے اور ایک چیز ان دونوں گروہوں میں ہزار اختلافات کے باوجود مشترک تھی اور وہ ہے دشمنی و مخالفت اہلبیتؑ۔ لہٰذا نہ بنو امیہ نے اپنے دور میں اہل بیتؑ اور ان کے ماننے والوں کے خلاف کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ بنو عباس نے اہل بیت اور ان کے چاہنے ماننے والوں پر اپنے ظلم میں کوئی کمی کی دونوں گروہوں کے زرخرید ملاؤں نے اہلبیت الطاہرین علیہم السلام کے فضائل کو چھپانے اور ان کی عظمت کو گھٹانے میں اپنی پوری صلاحیتوں کا استعمال کیا اور اس طرح حق نمک ادا کیا کہ (معاذ اللہ) اہل بیتؑ کی کردار کشی سے بھی باز نہ آئے، حدیثوں کی ٹکسالیں کھل گئیں ایک ایسے دور میں جب اہل بیت الطاہرین علیہم السلام کا نام لینا بھی جرم تھا اور ان کی تعلیمات کا پرچار کرنا قابل گردن زنی تھی لیکن ہمارے باہمت اور باجرات علما و فقہا نے پس دیوار زندان اور سر دار بھی فضائل اہلبیتؑ بیان کئے حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے جب ہوش و شعور کی منزل میں قدم رکھا تو بنو عباس کے مظالم اپنے اپنے عروج پر تھے جعفر المقتدر باللہ کی حکومت میں اہلبیت الطاہرینؑ کی تعلیمات و فضائل بیان کرنا جرم تھا کس میں دم تھا کہ لوگوں کو حق کی طرف دعوت

دے اور اہلبیت الطاہرین کی تعلیمات پر غور و فکر کی دعوت دے لیکن شیخ صدوق علیہ الرحمہ جان و مال کی پرواہ کئے بغیر دیار بہ دیار گھوم کر فضائل اہلبیتؑ بیان بھی کئے اور تحریر بھی کئے اور اپنے حق پرستانہ انداز تحریر سے لوگوں کی پرواز فکر کو ملوکیت سے ہٹا کر اسلام کی سمت موڑ دی اور مسلسل کتابیں لکھیں مختلف موضوعات پر مختلف علوم پر مختلف شخصیتوں پر اور اپنی ہر تحریر سے ایک زمانے کو متاثر کیا اور لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ انہیں ریاستی جبر اسلام کے نام پر گمراہ کر رہا تھا، اسلام اور ہے اور اقتدار اور ہے، حکمران اور ہیں اور ماموربن اللہ امام اور ہیں تخت شاہی پر متمکن حکمرانوں کو تو عوام نے بھی نہیں چنا اور آئمہ اثنا عشر تو خدا کے منتخب و مجتبیٰ بندے اور معصوم ہیں یہ لوگوں کو حق کی طرف. نجات کی طرف اور خیر و نیکی کی طرف بلا رہے ہیں جب کہ حکمران وقت انہیں گمراہ کر رہے ہیں سوچ کی اس تبدیلی اور فکر میں یہ انقلاب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتابوں نے پیدا کیا اور کوفہ و بغداد شام و لبنان۔ مکہ و مدینہ دمام و ظہران، احصا، و قطیف، ہیوہ و مدائن. رے اور سمرقند کے مسلمانوں میں آپ کی کتابوں کا شہرہ روز بروز بڑھتا گیا اور آپ کی شخصیت مقبول ترین ہوتی گئی اور لوگ جوق در جوق مذہب حقہ جعفریہ میں داخل ہونے لگے اور نجات کا سامان کرنے لگے اہلبیتؑ کے فضائل کو چھپانے کی اموی و عباسی سازش کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ناکام بنا دیا اور اہل بیتؑ کے ہر فرد کے فضائل اور ان کی شان میں علیحدہ علیحدہ کتابیں تحریر کیں اور ٹکسالوں میں ڈھلی ہوئی حدیثوں کے فریب کا پردہ اسماء رجال کی کتابوں سے چاک کیا اور بتایا کہ کون

کون سے راوی ضعیف ہیں، اور کون کون سے موثق، کون کون سے راوی کس کس حکومت و نظریہ کے زیرِ اثر تھے اور کس کس راوی نے حقیقت پسندی اور اصول پرستی سے کام لیا۔ حدیث کے علم پر بڑی علمی و منطقی بحث فرمائی اور راویان کا تجزیہ کیا اور ان پہ سیر حاصل تبصرہ و تنقید کر کے ان کے مکروہ چہروں سے نقاب الٹ دی جو بنو امیہ و بنو عباس کی دولت کے ہاتھوں یا جبر حکومت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے ایمان کی گٹھریوں کو سر پہ اٹھا کر چند سکوں کے لئے ان درباروں تک گئے تھے اور پھر ہوس مال و زر کی خاطر وہیں کے ہو کے رہ گئے اور چند روزہ زندگی کے عیش کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کی راہ میں کانٹے بوئے اور اپنی عاقبت کو خراب کیا شیخ صدوق نے نہ صرف ان کے چہروں کو بے نقاب کیا بلکہ ان بہروپیوں کو جو مال و زر کی خاطر محدث بنے ہوئے تھے ان کے لئے یہ ثابت کیا کہ کن کن حدیثوں کے راوی ساقط ہیں اور کن کن احادیث میں راوی نے اپنا یا غیر کا کلام ملایا ہے، کون کون سا راوی ضعیف ہے اور کون کون سا راوی متہم بالکذب ہے کہاں کہاں حدیث میں طعن یا حرج پایا گیا اور کون کون سی حدیث باعتبار سند کے مطعون و مجروح ہوئی اور مضطرب، منقطع، معلول، منکر، متروک، مبہم حدیثوں کو کس کس طرح صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور کس طرح دولت کی خاطر وضاع راویوں کو سراہا گیا اور کس طرح لا یصح کو صحیح کہا گیا۔

غرضیکہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے فریب علمی کو اپنی اسماء الرجال کی کتابوں سے ثابت کیا۔ اور لوگوں کو عظمت اہل بیت سے روشناس

کرایا، علم حدیث کے اصول بتائے، ثقہ راویوں کی پہچان تبائی. لوگوں کو دین کے حقیقی مدعا و مفہوم سے آگاہ کیا قرآن کے اسرار و رموز پر روشنی ڈالی اس کی جامعیت و ہمہ گیری کو بیان کیا، علم قرآن، علم قرأت، قرآن کی صداقت، قرآن کی حقانیت، قرآن کی عظمت، قرآن کی اہمیت، قرآن کی افادیت اور قرآن کی ضرورت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور قرآن کے بارے میں انہیں دعوت فکر دی اور بتایا کہ یہ قرآن جو خدا کی آخری و الہامی کتاب ہے اسے سمجھو اس کے احکامات پر عمل کرو یہی نجات کا راستہ ہے، اس کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی تم فلاح پا سکتے ہو اور خدا و رسول اور اس کے اہلبیت کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتے ہو، آپ نے علم کائنات پر بھی روشنی ڈالی، انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا، انسان کی خصلتوں کو بیان کیا، دنیا و آخرت سے بحث کی. علم احادیث کے مخفی خزانے کو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تاکہ لوگ قول رسولؐ کے مطابق عمل کریں اگر کسی سے آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محبت کی ہے تو اس سے محبت کریں اور اگر کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرت کی ہے تو اس سے نفرت کریں۔ آپ نے جس چیز کو اپنانے کے لئے کہا ہے اسے اپنائیں، جس چیز سے روکا ہے اس سے باز آجائیں، آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں۔ آپ کے کردار و عمل کو مشعل راہ بنائیں آپ کی سیرت طیبہ کی اتباع کریں آپ دوستوں سے نفرت کریں۔

رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ولایت علیؑ ثابت کیا،

غدیر خم کی اہمیت اور اس کی حقیقت بتلائی آپ نے اپنے حقیقت پسند قلم اور انداز تحریر سے دنیا کو دین کے مدعا و مفہوم کو سمجھنے کی دعوت دی اور بتایا کہ اللہ کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے قابل احترام ہیں ہم رسولؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو ان کی جگہ پہ رکھتے ہیں۔ اب اگر کوئی رسول کی جگہ پہ علیؑ کو رکھنے میں راضی نہ ہو اور اصحاب کی جگہ پہ اہلبیت کو رکھنے پہ راضی نہ ہو تو اس کی وجہ کیا ہے اس بات کو بڑے خوبصورت انداز سے اور بڑے دلکش اور منطقی انداز سے بیسوں اہم مصادر و مآخذ کے ساتھ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب المعرفتہ فی فضل النبی وامیرالمومنین علیہ السلام والحسن والحسین علیہم السلام میں سمجھایا ہے اور آپ کے انداز بیان و انداز تحریر کا ہی اثر تھا کہ شام سے یمن تک لوگ مکتب تشیع کی طرف مائل ہونے لگے۔

شیخ صدوق اور وحدانیت

وہ اکیلا و یکتا ہے، الوہیت میں تنہا ہے، بندوں کو اپنی معرفت پر پیدا کیا، زبانیں اس کے اوصاف بیان کرنے سے قاصر ہیں، آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں۔ مخلوق کے صفات سے بلند ہے، مفاہیم و معانی سے بلند تر ہے تمام مخلوقات میں اس کوئی ثانی و نظیر نہیں۔ تمام کائنات میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

شیخ صدوقؒ کا نظریہ رسالت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کے بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پروردگار عالم نے انہیں اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا، معالم دین اس کے سپرد کئے اس کو کتاب دے کر بھیجا تاکہ بندوں پر حجت ہوں۔

شیخ صدوقؒ اور حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام خدا کے رسول ؐ کے وصی اور اس کے جانشین ہیں، آپ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ کے امر پہ قائم۔ آپ کے راستے کی طرف بلانے والے ہیں آپ امیرالمومنین اور کے سردار ہیں۔

شیخ صدوقؒ بارگاہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حضرت علی علیہ السلام کی شریک حیات ہیں جو تمام کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔

شیخ صدوقؒ اور حضرت امام حسن و حسینؑ

حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت علی ع و حضرت فاطمہ زہرا کے فرزند ہیں اور امام ہیں امام ہدایت اور

نشان تقویٰ ہیں، دنیا والوں پر خدا کی حجت ہیں، میں گواہی دیتا ہوں جس نے ان کی اتباع کی نجات پاگیا، جس نے ان کو چھوڑا ہلاک ہوگیا۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہو اور ان کی روحوں اور اجساد پر رحمت خدا نازل ہو۔

شیخ صدوق اور مقصد خلقت انسان

اس نے اپنی حکمت اور اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے جو چاہا اور جیسا چاہا پیدا کیا لیکن اس خالق کائنات نے کسی انسان کو عبث وبیکار بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اور وہی ہر شے کی خلقت کے مقصد سے بخوبی واقف ہے۔

انبیاء ورسل وحجتہائے خدا ملائکہ سے افضل ہیں

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے اس نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن احمد بن علی ہمدانی نے اس نے کہا بیان کیا مجھ سے ابوالفضل العباس بن عبداللہ بخاری نے اس نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن محمد عبداللہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے روایت کرتے ہوئے حضرت علی ابن موسی الرضا سے انہوں نے اپنے پدر گرامی موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر گرامی جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت محمد بن علی سے

انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن حسین سے انہوں نے اپنے پدر گرامی حسین ابن علیؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگ وار حضرت علیؑ ابی طالب علیہ السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کوئی مخلوق مجھ سے افضل اور زیادہ مکرم اپنے نزدیک نہیں پیدا کی اور حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ افضل ہیں یا جبرئیل، آنحضرت نے فرمایا اے علیؑ اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء ومرسلین کو اپنے ملائکہ مقربین پر فضیلت دی اور مجھے تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت عطا فرمائی اور یہ فضیلت میرے بعد تم کو اور تمہارے بعد ائمہ کو عطا فرمائی اور ملائکہ تو ہم لوگوں کے خادم ہیں بلکہ ہمارے دوستوں کے بھی خادم ہیں اے علیؑ! (وہ فرشتے جو کہ) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد وپیش ہیں وہ اللہ کے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو ہم لوگوں کی ولایت ودوستی پر ایمان لاتے ہیں۔ اے علیؑ اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالےٰ نہ آدمؑ کو پیدا کرتا نہ حوّا کو نہ جنت کو نہ جہنم کو نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ پھر ہم لوگ ملائکہ سے کس طرح افضل نہیں ہوئے جب ہم لوگ اپنے رب کی معرفت اور اس کی تسبیح وتہلیل وتقدیس میں ان ملائکہ سے سابق تھے۔

اس لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ ہماری روحیں تھیں اور ہم لوگوں کو اپنی توحید اور تمجید کے ساتھ گویا کیا اس کے بعد ملائکہ کو پیدا کیا۔ جب ان ملائکہ نے ہماری ارواح کو

بشکل نوری دیکھا تو ہم لوگوں کو ہی سب سے پہلے عظیم تر سمجھنے لگے تو ہم لوگوں نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگ مخلوق ہیں اور اللہ ہم لوگوں کی صفات سے کہیں بالاتر ہے۔ پس ہم لوگوں کی شان ہی کو عظیم سمجھنے لگے اور جب ان لوگوں نے مشاہدہ کیا اور ہم لوگوں کی شان ہی عظیم سمجھنے لگے پس ہم لوگوں نے لا الٰہ الا اللہ کہنا شروع کیا تاکہ ملائکہ یہ سمجھیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اسی کی بارگاہ سے بلند مقام عطا ہوتا ہے، پھر جب ملائکہ نے ہم لوگوں کی عزت و قوت دیکھی جو اللہ نے ہم لوگوں کو عطا فرمائی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگوں کے پاس کوئی قوت اور نہیں مگر صرف اللہ کی دی ہوئی۔ پھر جو نعمتیں اللہ نے ہم لوگوں کو عطا کی ہیں اور جو فریضہ اطاعت ہم لوگوں پر واجب کیا ہے جب فرشتوں کی ان پر نظر پڑی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا الحمد للہ تاکہ فرشتے سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا ہم لوگوں کے اوپر کس قدر حق ہے یہ سن کر ملائکہ بھی کہنے لگے الحمد للہ۔ پس اسی طرح ہم لوگوں کے ذریعہ ملائکہ نے اللہ کی توحید کی معرفت اس کی تسبیح اس کی تہلیل اور اس کی تمجید کی طرف ہدایت پائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو خلق کیا اور ہم لوگوں کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا اور صرف ہم لوگوں کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ اور ملائکہ کا یہ سجدہ اللہ کے لئے عبودیت کا تھا اور حضرت آدمؑ کے لئے تعظیم و اکرام کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ہم لوگ ان کے صلب میں تھے پھر کیسے ہم لوگ ملائکہ سے افضل نہ

ہوں گے جبکہ سارے ملائکہ نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔ اور جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو جبرئیل نے وہاں اذان کہی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کرکے اور اقامت کہی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کرکے مجھ سے کہا اے محمدؐ آگے بڑھیے میں نے کہا اے جبرئیل میں تمہارے ہوتے ہوئے بڑھوں، انہوں نے کہا ہاں اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اپنے تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور آپ کا فضل وشرف تو خاص ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان سب کو نماز پڑھائی مگر میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اور جب کہ میں نور کے حجابوں تک پہنچا تو جبرئیل نے کہا اے محمدؐ اب آپ آگے بڑھیں اور انہوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو انہوں نے کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے جو حد میرے لئے مقرر کی یہاں پر ختم ہو جاتی ہے اگر میں نے اس حد سے تجاوز کیا تو حدود الٰہی سے تجاوز کرنے پر میرے بال وپر جل جائیں گے۔ پھر انہوں نے مجھے اس نور میں غوطہ دے دیا اور اب میں وہاں پہنچ گیا جہاں اللہ اپنے ملک کی بلندی میں مجھے پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر مجھے ندا دی گئی تو میں نے عرض کیا لبیک وسعدیک اے تبارک وتعالیٰ پھر ندا آئی اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں لہٰذا تم میری ہی عبادت کرنا اور مجھ ہی پر توکل کرنا اور تم ہی تو میرے بندوں میں میرے نور اور میری مخلوقات کی طرف میرے رسول اور میری تمام مخلوق پر میری حجت ہو۔ تمہارے لئے اور تمہاری اتباع کرنے والوں کے لئے میں نے جنت خلق کی ہے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے میں نے جہنم خلق کی ہے۔ تمہارے اوصیاء کے لئے میں نے اپنے کرم کو

لازم کر دیا ہے اور ان کے شیعوں کے لئے میں نے اپنی طرف سے ثواب دینا واجب کر لیا ہے۔ میں نے عرض کیا پروردگار میرے اوصیاءؑ کون ہیں تو آواز آئی اے محمدؐ تمہارے اوصیاء کے نام تو ستون عرش پر لکھے ہوئے ہیں اور اگرچہ میں اپنے رب کے سامنے تھا مگر میں نے وہیں سے نظر کی تو ساق عرش پہ بارہ نور ہیں اور ہر نور ایک ہرے رنگ کی سطر میں ہے اور ہر سطر میں اوصیاء میں سے ہر وصی کا نام مرقوم ہے جن کے اندر پہلے علی ابن طالب تھے اور آخر میں میری امت کے مہدی ہیں میں نے عرض کیا پروردگار میرے بعد یہ سب میرے اوصیاء ہوں گے تو آواز آئی اے محمدؐ ہاں اے محمدؐ تمہارے بعد یہی میرے اولیا میرے احبار، میرے اصفیا اور میری حجتیں ہیں۔ میری مخلوق پر اور یہی تمہارے بعد تمہارے اوصیاء اور تمہارے خلفاء ہیں جو مخلوق میں تمہارے بعد سب سے بہتر ہیں مجھے اپنے عزت و جلالت کی قسم میں ان ہی لوگوں کے ذریعے اپنے دین کو غالب کروں گا۔ ان ہی کے ذریعے اپنے حکم کو بلند کروں گا ان کے آخری فرد کے ذریعے زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں اسے زمین کے سارے مشرق و مغرب پر قابو اور تمکن دوں گا اس کے لئے ہوا کو مسخر کروں گا، بھاری بھاری بادلوں کو اس کا مطیع کروں گا۔ اس کے اسباب میں اضافہ کروں گا۔ اپنی فوج سے اس کی مدد کروں گا۔ اپنے ملائکہ سے اس کی نصرت کروں گا۔ یہاں تک ہماری دعوت بلند ہو جائے اور ساری مخلوقات ہماری توحید پہ جمع ہو جائے پھر میں اس کے ملک و سلطنت کو دوام بخشوں گا اور روز قیامت تک اس سلطنت

کا سلسلہ اپنے اور اولیاء میں چلاؤں گا۔

کتاب خصال سے کچھ حدیثیں

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمی دو قسم کے ہیں ایک آرام دیتا ہے اور دوسرا آرام میں ہوتا ہے، مومن جب مرجاتا ہے تو دنیا اور اس کی مصیبتوں سے آرام پاتا ہے جو آرام میں ہوتا ہے وہ کافر ہے جب مرتا ہے تو درخت جانور اور بیت سے لوگ اس کی تکلیف سے مامون ہوتے ہیں۔

(۲) رسولؐ نے فرمایا! اگر دو تاجر آپس میں سچ بات کہیں اور نیکی کریں تو تجارت میں برکت ہوگی ۲۔ جھوٹ بولیں اور خیانت کریں تو اس میں برکت نہیں۔ دو طرف معاملہ میں ایک مجلس کے اندر انہیں بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر معاملہ میں اختلاف ہو رہا ہے تو مال کے مالک کا قول مقدم ہے یہاں تک کہ جھگڑا ختم کردیں مثلاً بائع کہے مجھے رقم نہیں ملی اور مشتری کہہ دے دی ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(۳) ابو عبد اللہ نے فرمایا اپنے باپ دادا سے نیکی کرو۔ تمہارے فرزند تم سے نیکی کریں گے۔ لوگوں کی عورتوں سے پارسا ہو تاکہ لوگ تمہاری عورتوں سے پارسا رہیں۔

(۴) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا چار باتوں سے جلد سزا ملتی ہے تو نیکی کرے نیکی کا بدلہ برائی سے ملے تو ظلم نہ کرے۔ تیرے ساتھ ظلم ہو تو کسی سے عہد کرے اس پر کاربند رہے وہ بے وفائی

کرے توصلہ رحمی کرے وہ قطع رحمی کریں۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ مجھے رسولؐ خدا نے وصیت میں فرمایا چار باتوں سے جلد سزا ملتی ہے تو کسی سے نیکی کرتا ہے وہ نیکی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے، تو کسی شخص پر ظلم نہیں کرتا وہ تم پر ظلم کرتا ہے۔ تو کسی سے عہد کرتا ہے اور عہد پر پورا اترتا ہے وہ بے وفائی کرتا ہے تو لوگوں سے صلہ رحمی کرتا ہے وہ تجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ پھر رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا جس پر مسلسل زیادتی ہو اس کا آرام دور ہو جاتا ہے۔

تالیفات شیخ صدوق ایک جائزہ

من لا یحضرہ الفقیہ

رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی تالیفات وتصنیفات کی تقریباً تین سو ہے جس میں سے تقریباً دو سو کتابیں مصر، ایران، عراق، لبنان، ہندوستان وپاکستان کی مختلف لائبریریوں میں اب بھی موجود ہیں۔ آپ کی کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت "من لا یحضرہ الفقیہ" کو حاصل ہوئی یہ احادیث کا مجموعہ ہے جس تو ہزار چوالیس (۹۰۴۴) حدیثیں ہیں۔ یہ کتاب کافی کے بعد سب سے زیادہ مشہور ہوئی جس کے بارے میں علماء صحت روایت اور دقت وباریک بینی وحسن ضبط میں کافی تہذیب اور استبصار سے بہتر سمجھتے ہیں ایک تو اس لئے کہ کافی جیسی کتاب کے بعد تالیف ہوئی دوسرے یہ کہ صدوق جیسے حافظ نے اس کے مندرجات کے لئے صحت کا دعویٰ کیا ہے اس

میں حسن سلیقہ یہ ہے کہ اوائل سند کو بنظر اختصار حذف کر کے اختتام پر اس کی تفصیل لکھ دی ہے اس کتاب کے چار حصے ہیں جسے مطبع جعفری لکھنؤ نے ۱۳۰۷ھ میں چھاپا ہے ہر حصے یا جلد کے ابواب و احادیث کی تفصیل یہ ہے۔

جلد اول میں ۸۷ باب ہیں جن میں ۷۷۷ حدیثیں مسند اور ۴۸۱ مرسل ہیں۔
جلد دوم میں ۲۲۸ باب ہیں جن میں ۱۰۷۴ حدیثیں مسند اور ۵۷۳ حدیثیں مرسل ہیں۔
جلد سوم میں ۸۷ باب ہیں جن میں ۱۹۲۵ حدیثیں مسند اور ۱۰۵ حدیثیں مرسل ہیں۔
جلد چہارم میں ۱۷۳ باب ہیں، ۷۷۷ حدیثیں مسند ۱۲۶ مرسل ہیں گویا ۳۴۵۴ مسند اور ۲۰۵۰ مرسل ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ۵۹۹۳ حدیثیں ہیں۔ یہ منتخب حدیثیں ہیں لیکن اس کی کل تعداد ۹۰۴۴ ہیں۔ شرح و حواشی کی جو تعداد ہے ان میں سے آٹھ شرحیں اور گیارہ حاشیوں کا تذکرہ ہے لیکن اب فارسی زبان میں اس کی بے شمار شرحیں ہو چکی ہیں اس کتاب کا موضوع حدیث ہے جو زیادہ تر اہلبیت کی شان میں ہیں یا ان سے روایت کی گئی ہیں اور حضور سرور کائنات کی ان مسند احادیث کا تذکرہ ہے جنہیں بعض مورخین نے اپنے مخصوص نظریات و تعصب یا شاہی کی ایما پر بیان نہیں کیا اس سلسلے میں شیخ صدوق نے چھان پھٹک اور اسناد کے ساتھ معتبر و مسند راویوں کی احادیث پیش کی ہیں آپ کی اس کتاب کا تذکرہ و تبصرہ اپنے دور کے نامور علما و محدثین نے کیا ہے جس میں علامہ نوری رحمتہ اللہ نے مستدرک میں، علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال میں اور ابن داود میں نجاشی نے رجال میں صدوق کے رجال و کتب پر کافی بحث کی ہے۔ لیکن اس کا

مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کتاب کی ہر ہر حدیث صحیح السند اور قطعی الورود ہو ہم حدیث کی کسی کتاب کو قرآن مجید کی طرح معصوم اور جرح و تعدیل کے میزان اعتبار سے بلند نہیں سمجھتے۔

خصال

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی معروف کتاب ہے اس زبان کا عربی سے فارسی اور اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے پاکستان میں الحاج مولانا محمد شریف صاحب نے کیا جسے مکتبہ الساجد شمس آباد کالونی ملتان نے شائع کیا ہے۔

کتاب میں علامہ نے خصلت انسانی پر گفتگو فرمائی اور خصلت کی اقسام پر احادیث رسول پیش فرمائی ہیں کہ خصلت یگانہ ہے، موجود ہے، ظلم ہے، دین دوستی ہے، نجات دہندہ ہے ایک خصلت بہترین جہاد، ایک خصلت انصاف ہے علاوہ ازیں فرشتوں، انسانوں کے بارے میں گفتگو فرمائی ہے، اس کتاب کے چھ باب میں اور ۸۰۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے جس میں، گناہ و ثواب اور دعا کے موضوعات پر حضور کی احادیث پیش کی ہیں۔

علل الشرائع

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی اس کتاب کا ترجمہ فاضل محترم مولانا سید حسن امداد صاحب فرمایا ہے اور اسے الکساء پبلشرز نارتھ ناظم آباد نے شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے حصہ میں ۲۶۲ باب ہیں اور حصہ دوم میں ۳۸۵ باب ہیں اور ۴۹۵ صفحات ہیں اس کتاب کے حصہ اول میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ سماء اور دنیا کا نام دنیا اور آخرت کا آخرت کیوں رکھا گیا۔ آدم اور حوا کا یہ نام کیوں رکھا گیا۔ وہ سبب جس کی وجہ سے آگ کی پرستش کی گئی۔ انسانوں کا ملائکہ سے بہتر ہونے کی وجہ، انبیاء ورسل اور حجتہائے خدا صلوات اللہ علیہم کا ملائکہ سے افضل ہونے کے وجوہات، خلقت خلق اور ان کے حالات اختلاف کا سبب۔ خلقت آدم، وہ اسباب جس کی وجہ سے آدم کا نام آدم، نوح کا نوح، ادریس کا ادریس، ابراہیم کا ابراہیم اور یعقوب کا یعقوب رکھا گیا، وہ سبب جس کی وجہ سے نجف کا نام نجف رکھا گیا، وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کا خادم بنایا، وہ سبب جس کی وجہ سے فرعون نے حضرت موسٰی کو قتل نہیں کیا۔ وہ سبب جس کی وجہ سے حضرت خضر کو خضر کہا جانے لگا۔ وہ سبب جس کی وجہ سے سنیچر کے دن یہودیوں پر شکار کرنا حرام قرار دیا گیا۔ وہ سبب جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام محدثہ رکھا گیا وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علیؑ کو امیر المومنین، ان کی تلوار ذوالفقار، امام قائمؑ کو قائمؑ اور مہدی کو مہدی کہا جاتا ہے، وہ سبب جس کی وجہ سے زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی باب دوم الصلوٰۃ کے موضوع پر ہے جس میں، وضو، اذان اور نماز کے علل و اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ سبب جس کی وجہ سے خدا نے مسجد کی تعظیم کا حکم دیا ہے وہ سبب جس وجہ سے نماز مغرب سفر و حضر میں تین رکعت پڑھی جاتی

ہے نماز جماعت کا سبب علاوہ ازیں زکوٰۃ، خمس، عید الفطر و عید الاضحیٰ، فطرہ، حج وغیرہ کا مفصل بیان ہے

کتاب معانی الاخبار

اس کتاب کا اردو ترجمہ جامع الاخبار کے نام سے ہو چکا ہے اس کا ترجمہ معروف عالم دین حجۃ الاسلام علامہ سید رضی جعفر نقوی نے فرمایا ہے اس کتاب کو استاد الاساتذہ مولانا جواد الاصغر صاحب نے مکتبہ ارشاد سے شائع کیا ہے یہ کتاب ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے اس میں علم حدیث پہ روشنی ڈالی گئی ہے آجکل یہ کتاب بی اے اور بی ایس کے نصاب میں شیعہ بچوں کے لئے شامل ہے۔

کتاب الفوائد

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی اس کتاب کا ترجمہ احسن الفوائد فی شرح العقائد کے نام سے مولانا سید منظور حسین شاہ بخاری کر چکے ہیں اور اس کی شرح جناب مولانا محمد حسین ڈھکو دام مجدہ فرما چکے ہیں اس کتاب کو ثنائی پریس نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا اس کتاب میں کتب تشیع کے عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ شیعہ فرقے کے معتقدات کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کو شیعوں کے عقائد سمجھنے میں آسانی ہو

کتاب المواعظ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی اس کتاب کا ترجمہ بھی اردو زبان میں

ہو چکا ہے جسے مکتبہ ساجد ۱۸۵ شمس آباد کالونی ملتان نے شائع کیا ہے اس کتاب میں علامہ نے مواعظ کے موضوع پر بصیرت افروز بحث کی ہے۔

کتاب المعرفۃ فی فضل النبی وامیر المومنین والحسن والحسین علیہما السلام

اس کتاب کا فارسی ترجمہ ہو چکا ہے اس کتاب میں پیغمبر و بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وصی و جانشین امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی عظمت بیان کی گئی ہے اور ان کے فضائل مکمل مآخذ و مصادر کے ساتھ احادیث نبوی اور مستند تاریخ سیر و کتب سے بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب تفسیر القرآن جامع کبیر

اس کتاب کا ترجمہ بھی فارسی زبان میں ہو چکا ہے یہ کتاب قرآنی علوم پر ایک عظیم الشان دستاویز و تفسیر ہے جس میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے قرآن کے مختلف علوم پر بڑی بصیرت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے علاوہ ازیں بے شمار کتابوں کا فارسی ترجمہ ہو چکا ہے اور متعدد کتابوں پہ فارسی زبان میں شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

شیخ صدوق اور تحریف قرآن

عامۃ المسلمین میں مشہور قول یہی ہے کہ قرآن میں تحریف واقع

نہیں ہوئی ہے اور جو قرآن اس وقت ملت اسلامیہ کے پاس ہے وہی مکمل قرآن ہے جو بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے علماء اعلام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ جیسے رئیس المحدثین شیخ صدوق محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ عقیدۂ عدم تحریف عقائد امامیہ کا ایک حصہ ہے۔ انہی علماء شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی بھی ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر ابتبیان" اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس قول کو اپنے محترم استاد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے نقل فرمایا ہے۔

تحریف کے قائل جن شبہات اور غلط فہمیوں کا سہارا لیتے ہیں اس کو بیان کرتے ہوئے رئیس المحدثین جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب "اکمال الدین" میں فرماتے ہیں کہ غیاث بن ابراہیم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد سے نقل فرمایا ہے "پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ گذشتہ امتوں میں واقع ہوا ہے بعینہ مو بہ مو اس امت میں بھی واقع ہوگا" اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن میں تحریف ضرور ہوئی ہوگی ورنہ اس حدیث کے معنی صحیح نہ ہوں گے۔ اصل میں اس حدیث کو صحیح تناظر میں سمجھا ہی نہیں گیا ایسی روایت جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے سب کی سب خبر واحد ہیں جو باعث علم وعمل نہیں ہو سکتیں، ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور کتب اربعہ اصول کافی، تہذیب، من لا یحضرہ الفقیہ اور استبصار میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت میں تحریف ہونے اور قرآن میں تحریف

ہونے میں کوئی ملازمہ نہیں ہے تورات میں تحریف ہوئی ہے تو ضروری نہیں کہ قرآن میں بھی تحریف ہو۔ اگر یہ دلیل درست ہو تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن میں اضافہ بھی ہوا ہو، جس طرح تورات و انجیل میں اضافہ ہوا ہے اور اس کا بطلان واضح ہے۔

گذشتہ امتوں میں بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جو اس امت میں رونما نہیں ہوئے مثلاً بچھڑے کی پوجا کرنا۔ بنی اسرائیل کا چالیس سال سرگرداں رہنا، فرعون اور اس کے ساتھیوں کا غرق ہونا، حضرت سلیمانؑ کا جن وانس پر حکومت کرنا، حضرت عیسٰیؑ کا آسمان کی طرف لے جانا، حضرت موسٰی کے وصی حضرت ہارون کا حضرت موسٰیؑ سے پہلے وفات پا جانا، حضرت موسٰیؑ سے نو معجزات رونما ہونا، بغیر باپ کے حضرت عیسٰیؑ کی ولادت، گذشتہ اقوام سے بہت سی قوموں کا بندروں اور خنزیروں کی شکل اختیار کرنا یعنی صورت کا مسخ ہونا اور اس قسم کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو گذشتہ اقوام میں تو واقع ہوئے ہیں لیکن اس امت میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ معصوم علیہ السلام کی مراد وہ نہیں جو ظاہری طور پر روایات سے سمجھی جاتی ہے۔ ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ بعض باتوں میں اس اُمّت کو گذشتہ اُمتوں سے تشبیہ دی گئی ہے، ہر واقعہ میں نہیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے ہمعصر علماء و محدثین

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے معاصر علماء محمد بن یعقوب بن اسحاق

ابو جعفر کلینی صاحب اصول کافی ہیں علی بن حسین المسعودی صاحب
معدن الجواہر و مروج الذہب کا نام تعارف سے بے نیاز ہے،
محمد ابن حسن ابن احمد ابن ولید، حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد
بن زید بن علی علیہ السلام آپ کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جن کی
قدرت فکر نے احادیث پیغمبر کو حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کرکے
ایک نیا راستہ نکالا آپ کی کتاب المسلسلات، خاصی شہرت کی
حامل ہے، محمد بن موسیٰ المتوکل احمد بن ہارون القاضی جعفر بن
علی بن الحسن بن علی الکرخی، محمد بن احمد بن ابو عبداللہ القضاعی،
احمد بن زیاد بن جعفر الہمدانی، محمد بن عمر الحافظ البغدادی المعروف
بجعانی، محمد بن احمد السنانی، علی بن احمد بن عبداللہ البرقی احمد بن
محمد بن الہیثم العجلی، محمد بن احمد بن الحسین بن یوسف البغدادی۔
عبدالرحمٰن بن محمد بن حامد البلخی، علامہ غضائری، ماجیلویہ، تاتانہ
بن شاذان، جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ، اسماعیل بن منصور بن احمد
القصار بفرغانہ، عبداللہ بن النصر بن سمعان السینی، ابی الحسن محمد
بن قاسم مفسر استرآبادی خطیب ابی محمد قاسم محمد استرآبادی و ابی
محمد عبدوس بن علی بن عباس جرجانی و محمد بن علی استرآبادی،

ایلاق میں اس وقت کے معروف عالم دین ابی عبداللہ محمد بن حسن
موسوی المعروف بہ نعمت، محمد بن ذکریا رازی ابو محمد حسن بن یحیی حسینی
علوی و ابوالحسن علی بن ثابت دوالیبی احمد بن عمر الحافظ اور ابراہیم بن
ہارون حسینی محمد بن بکران نقاش۔ احمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی حسن
بن محمد بن سعید ہاشمی ابی الحسن علی بن عیسیٰ مجاور کوفہ میں ابی الحسن بن

شقیر بن یعقوب بن حرث بن ابراہیم ہمدانی ابی ذر یحییٰ بن زید بن العباس بن ولید بزاز اور حسن بن محمد سکونی مزکی نیز میں ابی علی احمد بن ابی جعفر بیہقی جیسے جید علماء موجود تھے آپ نے ان سے ملاقات بھی کی اور استماع حدیث کی۔ ابو محمد ہارون بن موسیٰ شیبانی المعروف بہ تلعکبری حسین بن عبد غضائری علی بن احمد ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نجاشی جن کی شہرہ آفاق کتاب رجال نجاشی کے نام سے مشہور ہے۔ محمد بن محمد بن نعمان حارثی بغدادی۔ یہ تمام علماء و محدثین و فقہا شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے ہمعصر تھے اور علم کے مختلف شعبوں میں اپنی مثال آپ تھے آپ نے ان مختلف ملکوں اور شہروں کے علماء مفسرین اور فقہا و محدثین سے ملاقاتیں کی ان سے استفادہ کیا، استماع حدیث کیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے علم کے دریا سے سیراب کیا۔ اگر آپ سے علی بن حسین المسعودی صاحب معدن الجواہر و مروج الذہب سے ملاقات نہ ہو سکی مگر ایک دوسرے کی تصانیف و شخصیت سے باخبر تھے اور ایک دوسرے کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا اس ملاقات نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ علی بن حسین المسعودی کا زیادہ تر وقت سیر و سیاحت میں گزرا انہوں نے ہندوستان و برصغیر کے دیگر علاقوں کے علاوہ پورے عرب و عجم کی سیاحت کی اور ان کی لائبریروں کا مطالعہ کیا ان تک اگرچہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے علم کا شہرہ پہنچ چکا تھا اور انہوں نے آپ کی تحریر سے استفادہ بھی کیا۔

شیخ صدوق اور ان کے دور کے سلاطین

رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کی سن ولادت سنہ ۳۰۶ھ ہے۔ اس دور میں جعفر المقتدر باللہ کی حکومت تھی جس کا سن اقتدار سنہ ۲۹۵ھ تا سنہ ۳۲۰ھ ہے القاہر باللہ سنہ ۳۲۱ھ تا سنہ ۳۲۲ھ، محمد الراضی باللہ سنہ ۳۲۲ھ تا سنہ ۳۲۹ھ المکتفی باللہ سنہ ۳۲۹ھ تا سنہ ۳۳۳ھ الفضل المطیع اللہ سنہ ۳۳۴ھ تا سنہ ۳۶۳ھ عبدالکریم الطائع اللہ۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا سن وفات سنہ ۳۸۱ھ ہے اس طرح ان کی وفات کے وقت عبدالکریم الطائع اللہ تخت اقتدار پر متمکن تھا لیکن درپردہ عزالدولہ ترکی نژاد سردار کا اقتدار تھا ادھر مصر میں اسمٰعیلہ فرقے نے حکومت خاندان فاطمیہ کی بنیاد ڈال دی تھی مصر میں خاندان فاطمیہ اسمٰعیلیہ کا اقتدار سنہ ۳۵۸ھ سے سنہ ۳۶۵ھ تک رہا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اور محدثین صحاح ستہ کا تقابلی مطالعہ

رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علی بن حسین بن علی المسعودی صاحب معدن الجواہر و صاحب مروج الذہب کے ہمعصر ہیں ان کا دور صحاح ستہ کے محدثین کے بعد کا ہے۔

(۱) ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری المتولد سنہ ۱۹۱ھ المتوفی سنہ ۲۵۶ھ

آپ سے قبل اتباع تابعین کے دور میں تدوین حدیث کا عام رواج ہو چکا تھا اور متعدد جلیل القدر محدثین نے مجموعہ احادیث

ترتیب دے رکھے تھے ان کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار، امام مالکؒ کی موطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد بن حنبلؒ کی بہت شہرت تھی لہٰذا امام بخاری نے ان کتب ہائے احادیث کا بغور مطالعہ کیا اور ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر صحیح بخاری اپنے استاد اسحاق بن راہویہ کے کہنے پہ مرتب کی اس مجموعہ حدیث میں کل احادیث کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے (۷۲۷۵) اور حذف مکررات کے بعد اس کی تعداد کل چار ہزار بنتی ہے

(۲) سلیمان بن الاشعث المتولد ۲۰۲ھ المتوفی ۲۷۵ھ صحاح ستہ کی دوسری کتاب سنن ابوداؤد کے مؤلف ہیں، اپنے زمانے کے معروف عالم و محدث میں آپ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) بنتی ہے لیکن حذف مکررات کے بعد یہ تعداد اور کم ہو جاتی ہے۔

(۳) مسلم بن حجاج ابوالحسن قشیری نیشاپوری، صاحب تالیف صحیح مسلم صحاح ستہ کی تیسری معتبر کتاب ہے یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی احادیث کی کل تعداد سات ہزار چار سو بائیس ہے (۷۴۲۲) ہے آپ کا سن ولادت ۲۰۴ھ اور سن وفات ۲۶۱ھ ہے۔ امام مسلم جن لوگوں سے روایت میں منفرد ہیں وہ چھ سو بیس راوی ہیں جن میں سے ایک سو ساٹھ کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ حذف مکررات کے بعد یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔

(۴) ابن ماجہ الرابعی کی پیدائش ۲۰۹ھ اور وفات کا سن ۲۷۳ھ ہے آپ کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ ہے اس کی کل حدیث چار ہزار ہے (۴۰۰۰)

(۵) عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی المتولد ۲۱۵ھ المتوفی ۳۰۶ھ

آپ کی مشہور کتاب سنن ابن نسائی اس کی احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔

(۶) ابو عیسٰی محمد بن سورہ ترمذی صاحب تالیف مجموعہ حدیث جامع ترمذی یہ کتاب صحاح ستہ کی چھٹی معتبر کتاب ہے اس میں بخاری اور مسلم کے مقابلہ میں احادیث بہت کم ہیں۔

صحاح ستہ کی ان کتابوں میں مرفوع، موقوف، مقطوع، متصل، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مضطرب، مدرج، شاذ، منکر، معلل۔ صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، ضعیف، متروک، موضوع غریب، عزیز، مشہور و متواتر ہر طرح کی احادیث موجود ہیں اور پھر ان احادیث میں تکرار بہت زیادہ ہے۔

جب کہ اس کے مقابلے میں رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسٰی بن بابویہ قمی المتولد ۳۰۶ھ المتوفی ۳۸۱ھ آپ کی مشہور تالیف من لا یحضرہ الفقیہ کو مکتب تشیع میں کتب اربعہ میں شمار کیا جاتا ہے اس کتاب کی چار جلدیں ہیں جس میں پانچ سو چھبیس (۵۲۶) باب چار ہزار پانچ سو تینتالیس (۴۵۴۳) مسند احادیث اور دو ہزار پچاس (۲۰۵۰) مرسل اور مجموعی طور پر ۶۵۹۳ احادیث ہیں یہ تعداد حذف مکررات کے بعد ہیں ورنہ من لا یحضرہ الفقیہ کی احادیث کی کل تعداد نو ہزار چوالیس (۹۰۴۴) ہے۔

آپ کی شہرت بتاتی ہے کہ وہ صادق اور اوثق ہیں۔ آپ کے احادیث میں بہت کم سہو ہے اور زیادہ تر صحیح، قوی، مسند، مرسل،

اور موثق حدیثیں ہیں اگر حذف مکررات کے بعد دیکھا جائے تو من لا یحضرہ الفقیہ کی احادیث کی تعداد صحاح ستہ کی کتابوں سے زیادہ ہے۔ جب کہ محمد عبد اللہ الخطیب کی کتاب مشکوٰۃ شریف میں بھی احادیث کی کل تعداد چھ ہزار (۶۰۰۰) جو حذف مکررات کے بعد اور کم ہو جاتی ہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ کی احادیث اس لئے بھی صحیح اور موثق ہیں کہ ان احادیث کے زیادہ تر راوی آئمہ الطاہرین علیہم السلام ہیں جو شکوک و شبہات، سہو اور نسیان سے بالاتر ہیں۔ کیونکہ اگر انبیاؑ و آئمہ الطاہرین سے ایک لمحہ کے لئے بھی نسیان واقع ہو جائے تو اس کی عدالت اور قوت خیز مشکوک ہو جائے گی۔

آخر میں ناچیز اپنی تہی علمی و تہی فکری کا اعتراف کرتے ہوئے اس عالم جلیل، فقیہہ عالی قدر عظیم محدث کی بارگاہ میں اپنے خلوص دل کا خراج ادا کرتے ہوئے اس بحث کو سمیٹتا ہے، اور مستقبل کے مورخین و سوانح نگاروں اور محققین سے امید رکھتا ہے کہ وہ رئیس المحدثین شیخ صدوق علیہ الرحمہ پر ایک مفصل و مبسوط کتاب تحریر کریں گے اور ان کی مکمل BIOGRAPHY لکھ کر اپنے مذہبی، قومی اور علمی فرض و قرض کو ادا کر کے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے حضور سرخرو ہوں گے کیوں کہ ان ہی علماء نے مذہب جعفری کی عمارت کو مضبوط علمی و فکری بنیادوں پہ تعمیر و استوار کیا اور حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت میں ان کی تعلیمات و پیغامات کو عام کیا اور خدا کے دین کو بلا کم و کاست بندگان خدا تک پہنچایا، اور انہیں دین کے حقیقی مدعا و مفہوم سے روشناس کرایا اور مذہب اسلام کے خلاف ہونے والے علمی حملوں

کا دفع کیا اور بحث و اکتشاف کے ذریعہ انہیں لاجواب کیا دوسری طرف اہلبیت الطاہرین علیہم السلام کی عظمت کو گھٹانے والوں اور ان کی تعلیمات چھپانے والوں کے خلاف قلمی جہاد کیا اور استدلال واستنباط کے ذریعے مذہب اہل بیت کی حقانیت کو ثابت کیا اور امام کے پیغام کو مسلمانان عالم تک پہنچانے میں سب سے موثر کردار علماء کرام ہی کا ہے جو مسلمانان عالم کے کردار و سیرت کے صورت گر اور ان کے مصلح ہیں اور پھر شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے فاضل نبیل اور عالم جلیل جو دعائے امام زمانہ کا اثر و ثمر ہیں جن کے قبلہ گاہی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد و مصاحب تھے آپ پر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کا خصوصی کرم اور خصوصی عطا تھی ہماری عقیدتیں نچھاور ہوں ان علماء پہ کاش عصر حاضر کے علماء بھی ان علماء کی اتباع و پیروی کی طرف پیش رفت و پیش قدمی کرکے ہمارے لئے نمونہ ہدایت بن سکتے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی المعروف بہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد ماجد علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی اپنے وقت کے جید عالم، معروف فقیہہ و محدث تھے آپ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد، علماء و محدثین قم کے راس الرئیس تھے آپ ۳۲۹ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے اور یہی وہ سال ہے جس میں ستارے بہت ٹوٹے۔ آپ اسی عالم جلیل کے فرزند تھے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی وفات

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی وفات تہران کے ایک نواحی علاقے "شہر رے" کے اندر ۳۸۱ھ میں ہوئی ان کی قبر شہر رے میں روضہ اقدس شاہ عبد العظیم رحمن کی زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے برابر ہے) حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب ہے جو زیارت گاہ عام و خاص ہے جو لوگ زیارت شاہ عبد العظیم کے لئے آتے ہیں آپ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتے اور شاہ عبد العظیم کی زیارت کی برکت، کے ساتھ ساتھ آپ کی زیارت کی برکتیں بھی سمیٹتے ہیں اس بقعہ مقدسہ کا سابق نام بستان طغربیہ ہے اس کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ یہ طغرل بیگ سلجوقی کی قبر کے برج کے قریب واقع ہے آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں اور لوگوں کی مرادیں پوری ہوئیں اس لئے سلطان فتح علی شاہ قاچاری نے ۱۲۳۸ھ میں آپ کے روضہ کی جدید تعمیر کرائی ان کی کرامتوں کا تفصیل ذکر کتاب روضات الجنات خوانساری میں صفحہ ۵۵۹ طبع ایران ۱۳۰۶ھ میں ہے اور سید حسن صدر کاظمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "نہایۃ الدرایۃ" میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اور تنکابنی نے قصص العلماء میں، محمد ہاشم خراسانی نے منتخب التواریخ میں شیخ عباس قمی نے فوائد رضویہ میں اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہاں کی کرامتیں

لکھی ہیں۔

پروردگار ہمیں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات کا ادراک عطا فرمائے اور ان کے علمی کمالات و خدمات کی معرفت عطا فرمائے۔ ان کے کردار و عمل پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علمی آثار کو سمجھنے کا شعور و سعادت و شرف عطا فرمائے۔

مطالعات

۱۔ صحیح بخاری۔ (ترجمہ) مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہاں پوری۔ مکتبہ فرید لاہور

۲۔ صحیح مسلم

۳۔ سنن ابن ماجہ

۴۔ سنن ابوداود

۵۔ سنن نسائی

۶۔ جامع ترمذی

۷۔ من لایحضرہ الفقیہ

۸۔ خصال۔ (اردو ترجمہ) مولانا محمد شریف (مکتبہ الساجد ملتان)

۹۔ جامع الاخبار ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سید رضی جعفر نقوی

۱۰۔ البیان فی تفسیر القرآن۔ آیت اللہ العظمی آقائی خوئی رحمۃ اللہ

۱۱۔ اصول کافی۔ ترجمہ ادیب اعظم مولانا ظفر حسن صاحب

۱۲۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ سید قاسم محمود

۱۳۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد۔ ترجمہ سید منظور حسین شاہ شارح مولانا محمد حسین ڈھکو۔

۱۴۔ تدوین حدیث۔ از علامہ سید علی نقی۔ مطبوعہ سرفراز پریس لکھنو۔

۱۵۔ قصص العلماء

۱۶۔ مفتاح الشفاعۃ فی اقامۃ الصلوٰۃ والجماعۃ

۱۷۔ فہرست طوسی ۔ آقائی سعید نفیسی ۔

۱۸۔ روضات الجنات

۱۹۔ علل الشرائع۔ شیخ صدوق ترجمہ مولانا حسن امداد

۲۰۔ امالی۔ شیخ صدوق ۔

۲۱۔ مستدرک۔ علامہ نوری رحمۃ اللہ

۲۲۔ ملاقات امام، مولانا سید محمد صاحب مجتہد امروہوی۔

۲۳۔ فرق اسلامی۔ رضیہ جعفری علیگ، امامیہ مشن لکھنو۔

۲۴۔ رجال ؛۔ نجاشی

۲۵۔ المواعظ۔ شیخ صدوق، مکتبۃ الساجد ملتان

۲۶۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ : امام عبدالوہاب الشعرانی۔

۲۷۔ شرح مسلم للنووی علی مسلم ؛۔ ابوذکریا یحییٰ بن شرف نووی

۲۸۔ توجیہ النظر، علامہ طاہر بن صلاح الجزائری

۲۹۔ مرقاۃ المفاتیح ؛۔ ملا علی قاری

۳۰۔ ہدی الساری ؛۔ حافظ ابن حجر عسقلانی

۳۱۔ اشعۃ اللمعات ؛۔ شیخ عبدالحق دہلوی

۱۱- علم ہداۃ (ماخذِ ہداۃ) (۲۵۰ صفحات) (مولانا سید راحت حسین)

۱۲- العدل (۲۱۰ صفحات) (انجمنِ دار التالیف، لکھنؤ)

۱۳- تفضیلِ امیر المومنینؑ (۸۰ صفحات) (محققِ اہلِ سنت مولانا عینی نظامی حنفی)

۱۴- اعجاز التنزیل۔ (۵۰۰ صفحات) (قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام اللہ ہونے کے ثبوت میں
خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر

۱۵- کشف الاسرار (۱۳۰ صفحات) (مولانا سید سبطین سرسوی)

۱۶- سلسبیلِ فصاحت (ترجمہ و شرح نہج البلاغہ) (۴۰۰ صفحات) (ظفر مہدی نقوی)

۱۷- انوار المطالب (۲۲۰ صفحات) (شیخ احمد حسین)

۱۸- علوم القرآن (۲۱۵ صفحات) (مولانا سید محمد ہارون)

مراثیِ دلگیر	۶ جلدیں	مراثیِ رشید	۲ جلدیں
مراثیِ خلیق	۷ 〃	مراثیِ فائق	۳ 〃
مراثیِ فصیح	۳ 〃	مراثیِ ادب	۲ 〃
مراثیِ ضمیر	۲ 〃	مراثیِ تعشق	۳ 〃
مراثیِ مونس	۶ 〃	مراثیِ عشق	۴ 〃
مراثیِ انس	۲ 〃	دفترِ ماتمِ دبیر	۲۵ 〃
مراثیِ وحید	۲ 〃	مراثیِ علی میاں کامل	۵ 〃
مراثیِ نفیس	۵ 〃	مراثیِ انیس	۶ 〃

سلسلۂ کتب علمائے حق

مطبوعہ: ○ آقائے خوئی ○ علامہ شوستری رح
○ شہید علمائے حق (اول، ثانی، ثالث اور چہارم کے حالات پر مبنی)

زیرِ طبع

۱۔ شیخ صدوق	۲۔ حضرت یعقوب کلینی	۳۔ شیخ مفید
۴۔ علامہ سید رضی	۵۔ علامہ حلی	۶۔ علامہ محقق طوسی
۷۔ علامہ باقر مجلسی	۸۔ علامہ ابن شہر آشوب	۹۔ حضرت غفران مآب
۱۰۔ آقائے بروجردی	۱۱۔ آقائے محسن الحکیم	۱۲۔ آقائے خمینی

۱۔ علامہ میر حامد حسین (صاحب عبقات)	۲۔ مولانا مقبول احمد
۳۔ مولانا حافظ فرمان علی	۴۔ علامہ جوادی
۵۔ مولانا کلب حسین	۶۔ مولانا سید کفایت حسین
۷۔ سید ظہیر حسن سیاد نپوری	۸۔ مولانا سید ظفر مہدی گہر
۹۔ علامہ رشید ترابی	۱۰۔ مولانا سید محمد دہلوی
۱۱۔ مولانا سید مبارک حسین	۱۲۔ مولانا محمد اسمٰعیل دیوبندی
۱۳۔ علامہ علی نقی	۱۴۔ علامہ ابن حسن جارچوی

○ تذکرہ علمائے پنجاب و سرحد ○ تذکرہ علمائے سندھ و بلوچستان
○ تذکرہ علمائے اودھ ○ تذکرہ علمائے بہار اور بنگال
○ تذکرہ علمائے جنوبی ہند

مکتبہ زید شہید گلشن اقبال کراچی

1.4 ، نعمان ٹیرس، نمبر3 ، گلشن اقبال بلاک 11 ، یونیورسٹی روڈ، کراچی، فون 8112868